9

8/4

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ

ہ فاتحہ کا ترجمہ فارسی منظوم

میاں غلام حسین پشاوری

طان الرجیم • پناہ مے گزینم بہ پروردگار
زشیطانِ مردود و نارستگار

الرحمٰن الرحیم • بنامِ خدا ذوالمنن مہرباں
ورحمش فزوں تر پئے مومناں

مد للہ رب العالمین • ستائش تمامی خدا را سزد
کہ خوانے پئے عالمیں گسترد
زتحت الثّریٰ تا فلک سربسر
زفیضِ ربوبیتش بہرہ ور

یم • بہ ... نیت بے بدل مہرباں
... ف مزیدش بفرماں برآں

... ـر مانزوا
... اؤ سزا

آہ مولانا احمد علی مرحوم

آغا صادق پرنسپل گورنمنٹ کالج مستونگ (قلات)

عالمِ فانی سے کون اے آسماں جاتا رہا
بے قراری آگئی امن و اماں جاتا رہا
رہبرِ رسم و رہِ اسلامیاں جاتا رہا
نغمہ سنجانِ یقیں کا ہم زباں جاتا رہا
خوش خصال و خوش کلام و خوش بیاں جاتا رہا
سیّدی احمد علیؒ سا نکتہ داں جاتا رہا
"مرگِ عالم مرگِ عالم" نکتۂ معروف ہے
سچ تو یہ ہے اس جہاں سے اک جہاں جاتا رہا
فخرِ ملّت، فخرِ دیں، فخرِ وطن، فخرِ زماں
قوم کی جو تھی متاعِ جاوداں جاتا رہا
مسندِ ارشاد کا وہ جانشیں رخصت ہوا
توبہ و تقوےٰ کا بحرِ بیکراں جاتا رہا
زندگی کا جو مبصّر تھا اُسے موت آگئی!
زندگی ہے آپ جس پر نوحہ خواں جاتا رہا
اک معلّم، اک محدث، اک مفسّر، اک فقیہ
جمع تھیں جس میں یہ ساری خوبیاں جاتا رہا
عِلم اس کا عمل، تھا زہد اس کا بے ریا
... و مروّت کا نشاں جاتا رہا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۸ | ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق یکم جون ۱۹۶۲ء | شمارہ ۴

شرح چندہ

پاکستان وہندوستان
سالانہ:- گیارہ روپے
ششماہی:- چھ روپے
سہ ماہی:- تین روپے
فی پرچہ:- ۲۵ پیسے

ایران، کویت، سعودی عرب، ملایا، ہانگ کانگ، افریقہ، امریکہ، انگلینڈ
سالانہ:- عام ڈاک سے
۱۸ روپے ۸۷ پیسے
ہوائی ڈاک سے:- ۳۵ روپے
ان ممالک کیلئے چھ ماہ سے کم میعاد کیلئے پرچہ جاری نہیں کیا جائیگا

افقِ عالم پر جنگ کے مہیب بادل

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اہل دنیا کی ترقی کا ایک وہ دور تھا جب کہ بادیہ نشین عربوں نے ہادیٔ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی تعلیمات سے فیضیاب اور بادۂ توحید سے سرشار ہو کر مدعیٔ تہذیب ممالک کو اسلام کے حصنِ حصین میں پناہ لینے اور دولتِ سرمدی سے مالا مال ہونے کی دعوت دے کر حقِ انسانیت ادا کر دیا تھا۔ اگرچہ بنی نوع انسان اختلاف عقول و آراء کی وجہ سے اسلام کی صداقت میں مختلف الخیال تھے۔ مگر اس کے غالب حصہ نے اسلامی اصولوں کی عالمگیر شانِ جامعیت اور قطعی افادیت کے سامنے زانو ٹیک دئے تھے۔ دنیا والوں کو اہل اسلام کی فتوحات، کامیابیوں اور کامرانیوں میں سوائے صداقت و روحانیت کے اور کوئی ذریعہ کارفرما نظر نہ آتا تھا۔ چنانچہ جن لوگوں نے ابتداءً مقابلہ کیا وہ بھی انجام کار اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ اور [illegible] دینی اور دنیوی مناصب اور بلندیوں سے سرفراز ہوتے۔

ممالک مفتوحہ و محروسہ میں امن قائم ہوتا۔ قانون کی نگاہ میں کالے گورے امیر و غریب، شاہ و گدا سب برابر ہوتے۔ مسلمانوں نے اس ارشاد نبوت کے تحت کہ دانائی کی ہر بات مسلمان ہی کی گمشدہ پونجی ہے۔ تمام علوم و فنون جو بنی نوع انسان کے لئے مفید تھے انہیں ترقی دی اور دوسری زبانوں سے عربی میں منتقل کیا۔ یورپ کے بیشتر حصے، ایشیائی ممالک میں گونا گوں یادگاریں اور افریقہ کے ریگستان آج تک اُن کے عادلانہ نظام اور عالم گیر برادری کے شاہدِ عدل ہیں۔ اس نظام میں کفر کے لئے نفرت تھی مگر کافر پر رحم تھا۔ ظلم سے دشمنی تھی مگر ظالم کے لئے خیرخواہی تھی۔ کفر و ظلم اور فسق و فجور کا مقابلہ بھی رفاہ عام اور انسانی برادری کی نجات اور فلاح دارین کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا اٹل قانون ہے کہ جب قومیں بدل جاتی ہیں، ان کے اخلاق و اعمال خلاف انسانیت ہو جاتے ہیں، ان کا کردار عالم انسانیت کے لئے بدنما داغ بن جاتا ہے تو ان کو تباہ اور ذلیل کر دیا جاتا ہے۔

یہی حال اہل اسلام کا ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ کی صدیوں کی بے پایاں مہربانی کے بعد انہوں نے ناشکری شروع کی۔ اور علم و عمل اور خدا ترسی کی جگہ عیاشی، جہالت، غرور اور غفلت نے لے لی تو ان کو بھی دوسروں کا غلام بنا دیا گیا۔ غالب اقوام نے عرصہ تک نظامِ عالم کو چلایا اور باوجودیکہ وہ آسمانی ہدایت سے محروم تھیں۔ انہوں نے انسانی عقل کو بروئے کار لا کر جہانبانی اور حکمرانی کے اصول وضع کئے۔ اور بڑی حد تک بنی نوع انسان کی توجہ انفرادی مفادات سے ہٹا کر اجتماعی منافع پر مرکوز کر دی۔ ان اقوام کو اس اصول کا فائدہ پہنچا۔ ان کے پاس مذہب کی روشنی نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے مذہب کو خیرباد کہہ دیا۔ اور قومیت کو اتنی اہمیت دے دی کہ اس نے مذہب کا درجہ حاصل کر لیا۔ چنانچہ فرنچ فرانس کے لئے۔ انگریز اپنی قوم کے لئے اور جرمن جرمنوں کے لئے مر مٹنے پر تیار ہوگئے ملک و قوم کے بتوں نے مذہب جیسی اہمیت حاصل کر لی۔ روحانیات پہلے سے فنا تھی اب اصلاح ہو تو کیسے! مختلف قومیں ترقی کی راہ پر گامزن تو ہوگئیں مگر یہ ترقی اپنی قوم کو دوسری قوموں پر مسلط کرنے، غیروں کو تباہ و کمزور کرنے اور ان کے املاک و ممالک غصب کرنے کا باعث بننے لگی۔ اسلام کا یہ طرۂ امتیاز تھا کہ نہ اس کی جنگ منافقانہ تھی نہ صلح۔ اہل اسلام نے جس سے معاہدہ کیا اس کو نبھایا۔ جس سے کوئی عہد کیا اس کو پورا کیا۔ جنگ میں پہل نہیں کی۔ اور غلط طریقوں سے دوسروں کے ملکوں یا جائیدادوں کو ہتھیانے کی کوشش بھی کبھی نہیں کی۔ اس کے برعکس چونکہ اہل مغرب کی ترقی کی بنیاد خدا ترسی تھی اور نہ بنی نوع انسان کی ہمدردی [illegible] ہی ان کے پیشِ نظر تھی۔ اس لئے دنیا پھر اجتماعی خود غرضیوں کا شکار ہو گئی۔ قوموں کو ابھارنا ان کا نصب العین بن گیا اور آج تک جتنی مادی ترقی ہوئی ہے سب اقوام عالم کی باہمی آویزش اور تباہی کا پیش خیمہ بن رہی ہے۔ آج کے معاہدات بھی منافقانہ ہیں اور دعاویٔ امن بھی منافقانہ ہیں۔

پہلے ایک انجمن لیگ آف نیشنز کے نام سے وجود میں آئی اور خود غرضیوں کا شکار ہو کر رہ گئی۔ اب یُو این او بنی ہے۔ اقوام عالم کی متحدہ جنرل اسمبلی کا وجود عمل میں آیا ہے۔ اس کی نمائندہ ایک سلامتی کونسل ہے۔ جو مجلس عاملہ کا درجہ رکھتی ہے اور اس میں دنیا بھر کے تقریباً سو ممالک شریک ہیں۔ سب کا مشترکہ نعرہ ہے۔ "قیام امن عالم اور آزادیٔ اقوام" لیکن دنیا کے دو بڑے دھڑے اس انجمن کو بھی اپنے اپنے اغراض مخصوصہ کے لئے استعمال کر رہے ہیں روس اور امریکہ نے اپنی اپنی پارٹیوں کی علیحدہ انجمنیں بنا رکھی ہیں۔ ان انجمنوں کا مقصد بظاہر متعلقہ اقوام کی آزادی کو بحال رکھنا ہے مگر بہ باطن دوسرے دھڑے کے مقابلہ میں اپنا استحکام مقصود ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا کو لیجئے۔ رسہ کشی جاری ہے۔

(باقی ص۱۲ پر)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء

جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے مجلس ذکر کے بعد حسب ذیل تقریر ارشاد فرمائی (نظر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

اخلاص

گذشتہ جمعرات صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً کے عنوان سے مَیں نے کچھ معروضات آپ کی خدمت میں پیش کی تھیں۔ ضمناً حدیثِ جبریل جو خلاصہ ہے اور لبِ لباب ہے اسلام کا۔ اُس کا ذکر آ گیا تھا اور احسان کی بحث چل نکلی تھی۔ چنانچہ میں نے عرض کیا تھا کہ اگر اللہ کو ہر گھڑی حاضر و ناظر مان لیا جائے ۔۔۔ ا[ور] دیکھنے والی آنکھیں اگر مل جائیں۔ یا کم از کم یہ احساس پیدا ہو جائے کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے تو انسان سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید کی کیفیّت اگر غالب رہے تو محال ہے کہ آدمی سے رضائے الٰہی کے خلاف کوئی کام سرزد ہو۔

جذبۂ احسان ۔۔۔ عبادات و طاعات میں خلوص اور تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ اور اخلاص ایک نہایت ہی ضروری شعبہ ہے تصوّف کا ۔۔۔ آج مجھے اسی موضوع پر کچھ عرض کرنا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِامْرِءٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ مَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوْ اِمْرَاَۃٍ یَّتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال کا دار و مدار نیّات پر ہی موقوف ہے اور آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیّت کی۔ سو جس نے ہجرت اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف کی۔ تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف ہی ہوئی اور جس نے ہجرت دنیا حاصل کرنے کی طرف کی ہے یا کسی عورت کو نکاح میں لانے کی طرف کی ہے تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوئی جس طرف اس نے ہجرت کی۔

بخاری، مسلم اور صاحب المصابیح کتبِ احادیث میں یہ حدیث موجود ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو بخاری شریف جو کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے اس کی ابتدا ہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد گرامی سے کی ہے (اور صاحب المصابیح نے بھی)۔ اس لئے کہ اگر نیّت خالص نہ ہوئی تو کوئی کام بھی اللہ کے حضور مقبول نہیں ہوگا۔

اب چونکہ ہر کام اور ہر فعل کی جڑ بنیاد نیّت پر رکھی گئی ہے۔ اگر نیّت درست ہوگی، اللہ کی رضا اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہوگی تو ہر عمل مقبول ہوگا اور اگر نیّت خالص نہ ہوئی تو عمل چاہے کتنا ہی نیک، اچھا اور دیکھنے میں بھلا کیوں نہ نظر آئے مردود ہوگا اور اللہ رب العزت کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ "نماز سب سے بڑا فریضہ ہے۔ روزے بارہ ماہ میں صرف رمضان کا ایک مہینہ فرض ہیں، زکوٰۃ سارے سال میں محض ایک مرتبہ ادا کرنا لازم ہے، فریضۂ حج عمر بھر میں ایک مرتبہ ادا کرنا ہی کافی ہے لیکن نماز کسی حالت میں بھی معاف نہیں ۔۔۔ سفر ہو یا حضر، بیماری ہو یا صحت، حتّٰے کہ جہاد ایسے اہم فریضہ کی ادائیگی کی صورت میں جب کہ جان تک کا خطرہ سامنے ہو نماز سے رستگاری نہیں ۔۔۔ اس سے چھٹکارے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔۔۔ اسے بہرحال دن میں پانچ مرتبہ مقرّرہ اوقات میں ادا کرنا ضروری ہے۔ فرض ہے۔" آپ بار بار فرمایا کرتے تھے۔ "نماز اتنا بڑا عمل ہونے کے باوجود کہ جس نے ایک نماز بھی جان بوجھ کر ترک کی کافر ہو گیا۔ (من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر) اگر دکھلاوے کے لئے پڑھی گئی، خلوص نیّت اس میں شامل نہ ہُوا اور ریا کی آمیزش اس میں آ گئی تو اللہ کی بارگاہ میں مردود ہوگی اور قیامت کے دن انسان کے منہ پر ماری جائے گی۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الفراقُ بین العبدِ و الکفرِ ترکُ الصّلوٰۃ۔ مومن اور کافر کے درمیان فرق ہی نماز کا ہے اور اکثر زبان نبوت سے اس طرح پھول جھڑتے۔ قرّۃ عینی فی الصلوٰۃ ۔۔۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور اتنی محبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے تھی کہ راتوں کو بارگاہِ خداوندی میں قیام فرماتے تو کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سُوج جاتے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیتاب ہو کر اس قدر مشقّت اٹھانے کی وجہ دریافت کرتے تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم محبت بھرا جواب دیتے افلا اکون عبداً شکوراً ۔۔۔ کیا میں اللہ کا شکرگذار بندہ نہ بنوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو پاک ہیں اور مبرّا عن الخطاء۔ آپ سے کسی قسم کی غلطی کا امکان ہی نہیں۔ گناہ کا ارتکاب آپؐ سے ہو ہی نہیں سکتا ۔۔۔ پھر بھی آپ کا یہ حال ہے کہ اس طرح جان جوکھوں میں ڈالتے ہیں ۔۔۔ لیکن امّت کی کیفیّت کیا ہے؟ موذّن الصلوٰۃ خیر من

النّوم کی رٹ لگا رہا ہے اور کلمہ گو خواب خرگوش میں پڑے مزے لوٹ رہے ہیں۔

آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے عشاء کے بعد سو جانا چاہیئے۔ لیکن غلاموں کا دن عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔۔۔ کوئی خوش گپیوں میں مگن ہے، کوئی سینما دیکھنے میں محو ہے، کسی کو کلب کی سوجھ رہی ہے اور کوئی حرام کاری سے منہ کالا کرنے کا قصد کرتا ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

اللہ تعالٰے ہمیں ہدایت فرمائے اور آقا کے حکم کو عمل میں لانے کی توفیق دے۔

ہمارے دادا پیر شیخ المشائخ خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری نوّر اللہ مرقدہٗ نے دروازہ کے آگے یہ شعر لکھوا رکھا تھا ؎

ہر کہ وقتِ صبحدم در یادِ حق بیدار نیست
او محبت را چہ داند لائقِ دیدار نیست

سب سے زیادہ لذیذ اور روح پرور شئے اللہ رب العزت کی رویت ہے، دیدار ہے۔۔۔ اس کا علم قیامت کے دن ہوگا۔۔۔ یا اس کی قدر و قیمت اہل اللہ سے پوچھئے کہ محبوبِ حقیقی سے ایک لمحہ کے لئے نگاہیں ہٹانا بھی ان کے لئے سامانِ موت ہے اور قیامت سے کم نہیں۔

اس دنیا میں محبوب مجازی سے بھی جدائی جب ایک عاشق صادق برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ دیدارِ یار ہی اس کی زندگی کی سب سے بڑی متاع ہے۔۔۔ بھوک، پیاس، فاقہ، اذیتیں، تکلیفیں حتّٰی کہ جان کی بازی بھی وہ اس کے لئے ہار سکتا ہے تو محبوبِ حقیقی کے عشاق کی تڑپ کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔۔۔ محبوب حقیقی کے دیدار سے جو سرورِ جاودانی حاصل ہوتا ہے کون اس کی کنہ تک پہنچ سکتا ہے

اس کا لطف کچھ وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں۔ جن کے دلوں میں عشقِ الٰہی کی آگ سلگ رہی ہو۔۔۔ اور یادِ حق جن کا شغلِ حیات بن چکا ہو۔۔۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ انسان اس عالم ناسوت میں چونکہ لذاتِ دنیوی سے گھرا ہوا ہے اور مادی دنیا کا کلوروفارم اسے بے حس کئے ہوئے ہے۔ اسے آخرت کی لذت اور روحانی کیف و سرور کا احساس نہیں ہوتا۔

اگر انسان قلب کو مادی آلائشوں سے پاک و صاف کر کے یادِ الٰہی سے اس کی دنیا کو آباد کر لے اور اخلاص کی دولت سے بہرہ ور ہو جائے۔ تو اسرارِ الٰہی اس پر کھلنے لگتے ہیں۔ اور محبوبِ حقیقی کا عشق پیدا ہو جاتا ہے، اس کے دیدار کی تڑپ چٹکیاں لینے لگتی ہے۔ اور انسان تمام فانی لذات سے دستکش ہو کر جاودانی راحتوں کے خواب دیکھنے لگتا ہے۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دادا پیر سیدالعارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب قدس اللہ اسرارہٗ جن کا مزار مبارک بھرچونڈی شریف میں ہے۔ ایک مرتبہ کچھ ارشادات فرما رہے تھے کہ کسی شخص نے سوال کیا "حضرت! یادِ الٰہی سے لقائے الٰہی حاصل ہو سکتا ہے؟"

آپ نے فرمایا "ہاں، ہو سکتا ہے"۔

اس شخص نے پھر عرض کیا "حضرت! آپ ذکرِ الٰہی کراتے ہیں۔ اشغال کی پابندی کی تاکید فرماتے ہیں۔ مجاہدات و ریاضت کی تلقین بھی کرتے ہیں لیکن خدا کی زیارت تو نہیں کراتے"۔ آپ نے برجستہ فرمایا "بھائی! اسی کے لئے تو ہم آپ کو تیار کر رہے ہیں۔ ہر کوئی اللہ کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ یہ نعمت صرف ان لوگوں کے حصّہ میں آتی ہے جو اس کے اہل ہوتے ہیں"۔ ع

ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں

قاعدہ ہے کہ قیمتی چیز قیمتی برتن میں ڈالتے ہیں۔۔۔ جس برتن میں دودھ ڈالنا ہوتا ہے اُسے اچھی طرح اور بار بار مانجھ کر اس میں دودھ ڈالا جاتا ہے کیونکہ دودھ اللہ کا نور ہے اسی طرح انسانی ظرف کو بھی ذکرِ الٰہی کی کثرت سے پہلے صاف کرایا جاتا ہے کہ انوار و تجلیاتِ الٰہیہ اس میں سما سکیں۔ چنانچہ سیدالعارفین رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حقیقت حاصل تھی۔ اللہ تعالٰے ہمیں بھی ان کے اتباع کی برکت سے یہ نعمت حاصل کرنے کی توفیق بخشیں۔

خیر! اللہ کی رضا، تقویٰ، طہارت، اخلاص، پاکیزگی، طریقت، شریعت، معرفت اور حقیقت تمام چیزیں حاصل کرنے کے لئے خلوص نیّت کی ضرورت ہے۔۔۔ بنیاد بہرحال اسی کو ٹھہرانا ہوگا۔ مجاہدات، عبادات اور ریاضت سے مقصود اگر جلبِ منفعت اور طلب جاہ ہو تو ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ تمام چیزیں لاحاصل ہیں۔ خدا تعالٰی کے ہاں ان کا کوئی اجر نہیں۔

کوئی دو سال کا واقعہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص بیعت کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کے قلب پر توجہ کی تو اُسے اپنی طرف مائل نہ پایا۔ چنانچہ آپ نے اُسے ٹالنا چاہا اور بیعت نہ کیا۔ وہ شخص بضد تھا کہ اُسے بیعت کر لیا جائے۔ اور اسی مقصد کے لئے تین دن وہ یہاں رُکا رہا۔ آخر جب اس کا اصرار حد بڑھ گیا۔ تو تیسرے دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُسے علیحدہ ایک طرف لے گئے اور پوچھا "بھائی! جی تو آپ کا بیعت کرنے کو چاہتا نہیں۔ اس سے ابا (انکار) کرتا نظر آتا ہے۔ لیکن زبان سے بار بار اصرار کئے جا رہے ہیں ضد کر رہے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اور اس پر اُسے خدا کی قسم دی کہ وہ سچ سچ اور صاف صاف تمام قصّہ بیان کرے"

وہ شخص سخت نادم ہوا اور اُس نے عرض کیا "حضرت! آپ کا ارشاد بجا ہے۔ اصل میں مجھے اپنی ہمشیرہ سے لڑکی کا رشتہ اپنے لڑکے کے لئے مطلوب ہے۔ ہمشیرہ کی شرط یہ ہے۔ کہ میں آپ سے بیعت کر لوں تو وہ میری بات ماننے پر رضامند ہوگی۔ وگرنہ نہیں میں محض رشتہ کے لئے بیعت کرنا چاہتا ہوں"

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سننے کے بعد اُسے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا "اگر میں اندھا ہوتا تو ضرور تجھے بیعت کر لیتا اور تو اپنی ہمشیرہ کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتا لیکن الحمد للہ مجھے اللہ رب العزت نے باطن کی آنکھیں عطا کر رکھی ہیں اور میں اس طرح فریب میں نہیں آسکتا

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

حضرات! دیکھا آپ نے چونکہ اُس کی نیت خالص نہ تھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے بیعت ہی نہ فرمایا۔ اور وہ اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہا۔

اسی طرح میرا ایک ذاتی واقعہ ہے میں دیوبند پڑھا کرتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان تھا — کہ تعلیم سے فراغت کے بعد ہمہ وقت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا کروں اور انکے فیضِ صحبت سے استفادہ کروں۔ چنانچہ میں خلوصِ نیت کے ساتھ ان ہر دو بزرگوں کی خدمت میں اکثر حاضر رہتا حضرت میاں صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ پر تقریباً ہر وقت کشفی کیفیت طاری رہتی۔ ایک مرتبہ میرے ایک سندھی دوست نے تعویذ کے لئے بے پناہ اصرار کیا۔ میں اسے ساتھ لے کر حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے دیکھتے ہی فرمایا! اچھا! میاں صاحبزادے تو آج آپ تعویذ لینے آئے ہیں"

حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے اور آپ نے بھی اُن سے یہ واقعہ سنا ہوگا۔ کہ وہ ایک مرتبہ دیوبند گئے۔ تو تین دن تک حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قیام پذیر رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ "میں تینوں دن اپنے آپ کو مقید محسوس کرتا رہا۔ اور ۷۲ گھنٹوں میں ایک لمحہ بھی غافل نہ ہوا۔ کہ میری غفلت میاں صاحبؒ پر بار نہ ہو اور ایک اللہ والے کے ادب و احترام میں فرق آ جائے۔ ایسا کرنا محض اللہ کی رضا پر مبنی تھا"۔

چنانچہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قدر مسرور ہوئے کہ آپ نے فرمایا "حضرت! آپ ایسے مہمانوں سے جو محض اللہ کی رضا کی خاطر میرے پاس قیام فرمائیں میرا جی بہت راضی ہوتا ہے۔ آپ ایسے مہمان روز روز کب میسر آتے ہیں"۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی محبت کرتے تھے۔ کہ بار بار انہیں اپنے پاس ٹھہرانے کے لئے اصرار فرمایا کرتے حالانکہ حال یہ تھا کہ ان کے کمرے میں چڑیا بھی پَر نہ مار سکتی تھی۔ اور حضرت ہی کی وجہ سے ہم پر بھی خاص شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اور سفر و حضر میں ہمیں اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کرتے۔

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اہل اللہ چونکہ اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ بھی اخلاص ہی کو پسند کرتے ہیں۔ اور خلوص نیت سے خالی اشخاص کو اپنے پاس بھی پھٹکنے نہیں دیتے

حدیث میں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ ترجمہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتے اور لیکن تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ آپ کی نیت کے مطابق ہی اعمال پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے انسان کے تمام اعمال کی بنیاد ایمان باللہ پر ہے۔ اگر ایمان ہے تو اعمال مقبول ہوں گے۔ ورنہ مردود۔ ایمان باللہ کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔

اگر ایک شخص بڑے بڑے عظیم کارنامے سرانجام دے اور دل میں خیال یہ ہو نیت یہ ہو کہ تاریخ میں میرا نام آجائے اور مجھے دنیوی شہرت حاصل ہو جائے۔ لیکن اللہ کی رضا مقصود نہ ہو۔ تو یہ تمام کارنامے دنیا میں تو شہرت حاصل کرلیں گے۔ مگر اللہ کے گھر ان کی کوئی وقعت نہیں آخرت میں کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ اسی لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہر کام کرنے سے پہلے اس کی نیت کر لیا کرو وہ فرماتے تھے کوئی کام ایسا نہیں جس میں رضائے الٰہی کی نیت نہ کی جاسکے۔

تمام کام محض نیت درست کر لینے سے دین بن سکتے ہیں۔ خلوص پر مبنی اعمال ہی اعمال صالحہ کہلا سکتے ہیں — خداوند قدوس صرف خلوص کی قدر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ قربانی دیتے ہیں۔ حدیث میں صاف طور پر موجود ہے کہ جانور کا گوشت پوست اللہ کے حضور نہیں پہنچتا۔ بلکہ قربانی دینے والے کا خلوص اور تقویٰ اس کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کرتا ہے

رضائے مولا برہمہ اولیٰ ہی تصوف و احسان کا خلاصہ ہے۔ اللہ والوں کا قول ہے۔ طالب الدنیا مؤنث طالب العقبیٰ مخنث طالب المولا مذکر۔

دنیا چاہنے والا زن کے نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور آخرت کا طالب مخنث۔ صرف طالب مولا ہی مرد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیت میں، عبادات اور طاعات میں خلوص کی نعمت سے نوازے اور استقامت عطا فرمائے۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے۔ اخلاص اور استقامت کے دو پر اگر انسان کو لگ جائیں۔ تو وہ آسمانوں پر اُڑتا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَۃَ وَلَا تَطْلُبُوا الْکَرَامَۃَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَۃَ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ استقامت کی طلب کیا کرو اور کرامت کی خواہش نہ کرو۔ کیونکہ استقامت کرامت پر فوقیت رکھتی ہے۔

تھوڑا عمل بھی اگر باقاعدگی کے ساتھ کیا جائے۔ اس پر مداومت ہو اور خلوص کی روح اس میں کارفرما ہو تو وہ ان بڑے بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں سے کہیں بہتر ہے جو کبھی کئے جائیں اور کبھی چھوڑ دیئے جائیں۔

معراج کی رات رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازوں کا تحفہ بارگاہِ رب العزت سے عطا ہوا اور اور ان پانچ نمازوں کا ثواب پچاس کے برابر رکھا گیا۔ لیکن اگر پچاس نمازیں بھی پڑھی جائیں اور ان میں خلوص نیت اور جذبۂ اخلاص کی روح کار فرما نہ ہو تو یہ تمام نمازیں بےسود ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن سب سے پہلے تین آدمی جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

۱۔ وہ شہید جس نے اپنی جان تو جہاد ہی میں قربان کی مگر دل میں یہ خیال تھا کہ لوگوں میں ناموری حاصل کی جائے۔

۲۔ وہ عالم جس نے محض نام و نمود کے لئے اللہ کے دین کا علم پڑھا اور پیٹ کا دوزخ بھرنے اور جاہ و منزلت حاصل کرنے کے لئے اسلام کی تبلیغ کی۔

۳۔ وہ مالدار جس نے صرف دکھلاوے اور نمائش کی خاطر اللہ کی راہ میں مال صرف کیا۔

محترم حضرات! شہادت سے بڑھ

(باقی صہ۱۸ پر)

خطبہ یوم الجمعہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۶۲ء

جمعہ سے پہلے جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے پڑھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

صحیح معنوں میں انسان کون ہے

برادران اسلام اور معزز خواتین۔

انسان کا ڈھانچہ ہمیں نظر آتا ہے۔ جس میں دو پاؤں دو ہاتھ ایک مونہہ بتیس دانت۔ ایک ناک۔ دو آنکھیں ایک سر۔ اور قد سیدھا ہے۔ یہ دراصل انسانیت کا ایک سانچہ ہے۔ اس سانچہ کے اندر اگر انسانیت موجود ہوگی تب یہ سانچہ صحیح معنی میں انسان کہلانے کا مستحق ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ اندر انسانیت نہ پائی گئی۔ تو پھر سانچہ تو انسانی ہی ہوگا۔ مگر اندر جس قسم کی صفات پائی جائیں گی۔ اس کا نام انسانوں کی فہرست سے خارج کرکے اسی نام سے پکارا جائے گا۔ اسی لئے اللہ جل شانہٗ نے قرآن مجید میں بعض انسانوں کو کتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اور بعض کو گدھوں کے ساتھ اور بعض کو مویشیوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ ان تشبیہات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحیح معنی میں انسان انسان کہلانے کا تب مستحق ہوتا ہے۔ جب اس میں انسانی صفات پائی جائیں۔ اگر انسانی صفات نہیں ہیں۔ تو پھر جس حیوان کی صفتیں اس انسانی سانچے کے اندر پائی جائیں گی اسی حیوان کے نام سے اسے پکارا جائے گا۔

مختلف پیشے

آپ کو معلوم ہے کہ ہر پیشہ ور اپنے پیشے کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ کپڑا سینے والے کو درزی کہتے ہیں۔ جوتا سینے والے کو موچی کہتے ہیں۔ لکڑی کا کام کرنے والے کو بڑھئی کہا جاتا ہے۔ کپڑا بننے والے کو جولاہا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ شکل و شباہت کے لحاظ سے سبھی ایک جیسے انسان ہیں۔ اسی طرح اندرونی صفات کے اختلاف کے لحاظ سے ہر انسان اپنی اپنی مختلف صفتوں کے لحاظ سے اسی نام کا مستحق سمجھا جاتا ہے اسی نقطہ نگاہ سے اللہ جل شانہٗ نے کسی کو کتے کے ساتھ تشبیہ دی ہے کسی کو گدھے کے ساتھ۔ وغیرہ وغیرہ۔

کتے کے ساتھ تشبیہ

قولہ تعالیٰ: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ الاعراف رکوع ۲۲ پ ۹)

ترجمہ۔ اور انہیں اس شخص کا حال سنادے جسے ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں۔ پھر وہ ان سے نکل گیا۔ پھر اس کے پیچھے شیطان لگا۔ تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا۔ اور اگر ہم چاہتے۔ تو ان آیتوں کی برکت سے اس کا مرتبہ بلند کرتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی خواہش کے تابع ہوگیا۔ اس کا تو ایسا حال ہے۔ جیسے کتا۔ اس پر تو سختی کرے۔ تو بھی ہانپے۔ اور اگر اسے چھوڑ دے۔ تو بھی ہانپے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے۔ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو یہ حالات بیان کردے شاید کہ وہ فکر کریں۔

عبرت

برادران اسلام۔ اگرچہ ان آیات میں بلعم باعور کا واقعہ مذکور تھا۔ مگر آخر میں اللہ تعالےٰ نے عبرت کے لئے آیات الٰہی کے سب جھٹلانے والوں کو اسی حکم میں شامل کر لیا ہے۔ کہ ان سب کی مثال کتے کی سی ہے۔

بلعم باعور کا واقعہ

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیات بلعم باعوراء کے حق میں نازل ہوئیں۔ جو ایک عالم اور صاحب تصرف درویش تھا بعدہ اللہ کی آیات و ہدایات کو چھوڑ کر عورت کے اغواء اور دولت کے لالچ سے حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں اپنے تصرفات چلانے اور ناپاک تدبیریں چلانے کے لئے تیار ہوگیا۔ آخر موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا۔ خود مردود ابدی بنا۔ آیات اللہ کا جو علم بلعم کو دیا گیا تھا۔ اگر خدا چاہتا۔ تو اس کے ذریعہ سے بہت بلند مراتب پر اس کو فائز کر دیتا۔ اور یہ جب ہی ہوسکتا تھا۔ کہ اسے اپنے علم پر چلنے اور آیات اللہ اتباع کرنے کی توفیق ہوتی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ کیونکہ وہ خود آسمانی برکات و آیات سے مونہہ موڑ کر زمینی شہوات و لذات کی طرف جھک پڑا۔ وہ نفسانی خواہشات کے پیچھے چل رہا تھا۔ اور شیطان اس کا پیچھا کرتا جا رہا تھا۔ حتی کہ بہکے ہوؤں اور گمراہوں کی قطاریں جا داخل ہوا۔ اس وقت اس کا حال کتے کی طرح ہوگیا۔ جس کی زبان باہر نکلی ہو۔ اور برابر ہانپ رہا ہو۔ اگر فرض کرو۔ اس پر بوجھ لادیں۔ یا ڈانٹ بتائیں یا کچھ نہ کہیں آزاد چھوڑ دیں۔ بہر صورت ہانپتا اور زبان لٹکائے رہتا ہے۔ کیونکہ طبعی طور پر دل کی کمزوری کی وجہ سے گرم ہوا کے باہر پھینکنے اور سرد و تازہ ہوا کے اندر کھینچنے پر بسہولت قادر نہیں ہے۔ اسی طرح سفلی خواہشات میں مونہہ مارنے والے کتے کا حال ہوا۔ کہ اخلاقی کمزوری کی وجہ سے آیات اللہ کا دیا جانا یا تنبیہ کرنا اور نہ کرنا دونوں حالتیں اس کے حق میں برابر ہوگئیں۔ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ حرص دنیا سے اس کی زبان باہر لٹک پڑی اور ترک آیات کی نحوست سے بدحواسی اور پریشانی خاطر کا نقشہ برابر ہانپتے رہنے کی مثال میں ظاہر ہوا ممکن ہے۔ کہ بلعم کی باطنی و معنوی کیفیت

ظاہر کرنے کے لئے صرف ایک مثال کے طور پر یہ مضمون اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذکر کیا گیا ہو - اور ہوسکتا ہے - کہ دنیا یا آخرت میں اس کے لئے یہ سزا تجویز کی گئی ہو - کہ ظاہری وحسی طور پر کتے کی طرح زبان باہر نکل پڑے - اور ہمیشہ وہ بد حواس اور خوفزدہ آدمی کی طرح ہانپتا رہے - العیاذ باللہ - آیات کا شان نزول کچھ بھی ہو - بہرحال یہاں ایسے ہوا پرستوں کا انجام بتلایا گیا ہے جو حق کے قبول کرنے یا پوری طرح سمجھ لینے کے بعد محض دنیوی طمع اور سفلی خواہشات کی پیروی میں احکام الٰہیہ کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے لگیں - اور خدا کے عہد و میثاق کی کچھ پرواہ نہ کریں - (ماخوذ از حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

گدھے کے ساتھ تشبیہ

قولہ تعالیٰ: مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ٥

(سورۃ الجمعۃ پ۲۸ رکوع ۱)

ترجمہ - ان لوگوں کی مثال جنہیں توراۃ اٹھوائی گئی تھی - پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا - گدھے کی سی مثال ہے - جو کتابیں اٹھاتا ہے - ان لوگوں کی بہت بُری مثال ہے - جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا -

یعنی یہود پر توراۃ کا بوجھ رکھا گیا تھا - اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھیرائے گئے تھے - لیکن انہوں نے اس کی تعلیمات و ہدایات کی کچھ پرواہ نہ کی - نہ اس کو محفوظ رکھا - نہ دل میں جگہ دی - نہ اس پر عمل کرکے اللہ کے فضل و انعام سے بہرور ہوئے - بلاشبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے - حکمت و ہدایت کا ایک ربانی خزینہ تھا - مگر جب اس سے منتفع نہ ہوئے - تو وہی مثال ہوگئی ہے

نہ محقق شدی نہ دانشمند
چار پائے برو کتابے چند

ایک گدھے پر علم و حکمت کی پچاسوں کتابیں لاد دیجئے مگر سوائے بوجھ کے اُسے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا - وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے - اس بات سے کچھ سروکار نہیں رکھتا - کہ پیٹھ پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں - یا خزف و سنگریزے اگر محض اسی پر فخر کرنے لگے - کہ دیکھو میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں - لہذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں - تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہوگا - فاعتبروا یا اولی الابصار

صحیح معنی میں انسان

قاعدہ یہ ہے - کہ جو کاریگر جو چیز بنائے - جب وہ کہے - کہ میں نے جو نمونہ بنانا چاہا تھا - یہ چیز ٹھیک اسی نمونہ کی بنی ہے - تب سمجھا جاتا ہے - کہ واقعی یہ چیز بالکل ٹھیک اور درست ہے اب چونکہ اللہ جل شانہٗ انسان کا بنانے والا ہے - اس لئے جن انسانوں کی وہ تعریف فرمائے - سمجھا جائے گا - وہی اصل - ٹھیک اور صحیح معنی میں انسان ہیں -

قولہ تعالیٰ - وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ ٥ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(سورۃ الزمر پ۲۳ رکوع ۲)

ترجمہ - اور جو لوگ شیطانوں کو پوجنے سے بچتے رہے - اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے ان کے لئے خوشخبری ہے - پس میرے بندوں کو خوشخبری دے دو - جو توجہ سے بات کو سنتے ہیں - پھر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں - یہی ہیں - جنہیں اللہ نے ہدایت کی ہے - اور یہی عقل والے ہیں -

الحاصل

حاصل ان آیات کا یہ نکلا - کہ جو لوگ تمام ماسوی اللہ کی پرستش چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں - اور محض اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنائی جائے - اسے توجہ سے سنتے ہیں - اور جو اچھی بات انہیں سمجھائی جائے - اس پر عمل کرتے ہیں - یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور یہی لوگ عقل والے ہیں - احسن القول سے مراد در اصل قرآن مجید ہے - یعنی وہ لوگ قرآن مجید پر عمل کرتے ہیں - اللہ (تعالیٰ) کی بارگاہ میں یہی لوگ صحیح معنی میں انسان کہلانے کے مستحق ہیں - اللھم اجعلنا منھم امین یا الہ العالمین

بچوں کے لئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بچپن میں حفظ قرآن

قاری عبدالمجید، ایبٹ آباد

عزیز بچو! آج تمہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا واقعہ سناتے ہیں - کہ اُن کو قرآن مجید کا کتنا شوق تھا - دس سال کی عمر میں آپ قرآن کی آخری منزل یاد کر چکے تھے -

پیارے بچو! اُس زمانے کا قرآن پڑھنا آج کی تعلیم قرآن سے بالکل مختلف تھا - اس دور کی تعلیم اور عصر حاضر کی پڑھائی میں زمین و آسمان کا فرق ہے - اُن دنوں جس قدر قرآن بھی پڑھا جاتا تفسیر کے ساتھ پڑھا جاتا تھا - چنانچہ اسی لئے حضرت ابن عباس رضؓ تفسیر کے بہت بڑے امام ہوئے ہیں - کہ انہوں نے قرآن کریم بچپن میں ہی تفسیر کے ساتھ ختم کر لیا تھا - اور بچپن میں یاد کیا ہوا سبق شاذ و نادر ہی بھولتا ہے -

حضرت ابن مسعودؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خود بھی بہت بڑے قرآن دان تھے - فرماتے ہیں - حضرت ابن عباس قرآن کے بہترین مفسر ہیں ——— بڑے بڑے صحابہ کرامؓ آکر حضرت ابن عباسؓ سے تفسیر پوچھا کرتے تھے - جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اُس وقت حضرت ابن عباسؓ کی عمر صرف تیرہ سال کی تھی ——— یہ درجہ آپ کو اس لئے حاصل ہوا کہ ایک دفعہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم استنجا کے لئے تشریف لے گئے - جب باہر آئے تو لوٹا بھرا رکھا تھا - آپ نے دریافت فرمایا "یہ لوٹا کس نے رکھا ہے؟" حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا "حضورؐ! خادم نے یہ خدمت سرانجام دی ہے" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بات پسند آئی ——— اور

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

جلسۂ تقسیم اسناد

کی تقریب پر

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی تقریر

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس وقت یہ مقصد نہیں ہے کہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت پر کوئی تقریر کی جائے ——— مقصد صرف یہ ہے عرض کرنے کا کہ جیسے قرآن کریم معجزہ ہے اس کا آغاز اور اس کی انتہا بھی ایک اعجاز ہے ——— جیسے طرزِ بیان میں اس کے اعجاز ہے ——— اس کے آغاز میں بھی اعجاز ہے ——— اس کے اختتام میں بھی اعجاز ہے ———

چونکہ ختم قرآن ہی کا ایک موضوع چل رہا ہے ——— قرآن ختم ہوا ——— تفسیر ختم ہوئی تو سندیں تقسیم ہوئیں ——— اس واسطے میں عرض کر رہا ہوں ——— جیسے پورا قرآن ایک معجزہ ہے - غور کیا جائے تو اس کی ابتدا اور انتہا میں بھی کمال اعجاز چھپا ہوا ہے ——— اس کو یوں سمجھئے کہ دنیا کے اندر جس قدر بھی اشیاء ہیں دو طرح کی ہیں ——— یا نافع ہیں یا مضر ———

جو نافع ہیں وہ نعمت کہلاتی ہیں جو مضر ہیں وہ زحمت کہلاتی ہیں ——— یہ ایک ہی چیز کے دو حال ہیں ——— ایک حال نافع ہے - ایک مضر ہے ——— ایک حال کو نعمت کہیں گے اور ایک کو زحمت ———

تو دو ہی قسم کی چیزیں ہیں دنیا میں ——— یا ان سے لذت پہنچتی ہے یا ان سے مصیبت اور کلفت پہنچتی ہے ——— اور ہر چیز میں دونوں کیفیات موجود ہیں ——— زمین نافع بھی ہے اور مضر بھی ——— بعض اوقات نفع دیتی ہے اور بعض اوقات زمین مضر بن جاتی ہے ——— پانی نافع بھی ——— سبب ہے حیات کا اور بعض اوقات یہی پانی موت کا سامان بھی بن جاتا ہے ——— روٹی کھاتا ہے آدمی، جو سبب ہے زندگی کا ——— لیکن بعض اوقات یہی روٹی اُچھو پڑ گیا ——— گلے میں اٹک گئی تو موت کا سامان بن گئی - تو ہر چیز میں راحت کا دروازہ بھی کھلا ہے اور مصیبت کا دروازہ بھی کھلا ہوا ہے ———

تو حالتیں دو ہیں یا نعمت کی یا مصیبت کی ——— نعمت کے مقابلے میں حق تعالےٰ نے شکر رکھا ہے ——— مصیبت کے مقابلے میں صبر و تعوّذ رکھا ہے کہ پناہ مانگو اللہ سے ——— یہی وجہ ہے کہ جو نعمت بھی آئے گی امر ہے کہ شکر کرو ——— اور بن پڑے جو بھی مصیبت آئے گی امر ہے کہ صبر کرو ——— اس سے تعوّذ کرو ———

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں یہ دونوں پہلو اتنے نمایاں ہیں ——— اتنے اجاگر ہیں کہ نہ آپ جیسا حمد کرنے والا کوئی آج تک گذرا ہے نہ آئندہ گذرے گا ——— اتنے صیغے حمد و ثنا کے آپ سے مروی و منقول ہیں کہ دنیا کے کسی ہادی و نذیر سے حمد و ثنا کے اتنے صیغے منقول نہیں ہیں ———

کوئی حال ایسا نہیں چھوڑا کہ آپ نے اس پر حمد و ثنا نہ کی ہو - اگر کپڑا پہنتے ہیں تو فرماتے ہیں ——— اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ ——— تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ (کپڑا) پہنایا میری طاقت اور ہمت کے بغیر ——— کھانا کھا کر اُٹھتے ہیں تو فرماتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ——— سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں - جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا - سو کر اٹھتے ہیں تو فرماتے ہیں ——— اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ——— سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا - اور اسی کی طرف اٹھ کر جمع ہونا ہے -

استنجا سے واپس آتے ہیں تو فرماتے ہیں - اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ - حمد ہے اس کے لئے جس نے اذیّت کی چیزیں میرے اندر سے نکال دیں اور مجھے عافیت عطا فرمائی ———

اگر چھینک آنے پر دماغ میں راحت محسوس ہوتی ہے تو الحمدللہ زبان مبارک پر لاتے ———

گھر میں داخل ہوتے ہیں تو حمد و ثنا کرتے ہیں ——— داخل ہو کر گھر سے باہر نکلتے ہیں تب حمد و ثنا ——— بازار میں جاتے ہیں تب حمد و ثنا ——— جنگ میں جاتے ہیں تب حمد و ثنا ——— کوئی لمحہ ایسا نہیں جاتا کہ جس میں حمد کے صیغے آپ سے ادا نہ ہوئے ہوں ——— اور پھر اتنی تبلیغ کی حمد و ثنا کی کہ عالم میں کوئی نہیں کر سکتا ——— حتیٰ کہ حدیث میں فرمایا گیا ——— خود ہی آپ فرماتے ہیں ——— قیامت کے دن مجھ کو عطا کیا جائے گا مقام محمود - (یعنی کہ مقام میں بھی حمد شامل ہے) ——— اور میں اتنی حمد بیان کروں گا ——— ایسے اللہ کے محامد بیان کرونگا کہ نہ عالم میں کسی نے کئے نہ کوئی کرے گا ——— اور مجھے بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ حمد و ثنا کیا ہوگی ——— اسی وقت میرے قلب پہ القا کی جائے گی وہ حمد و ثنا ——— تو سات دن تک حمد و ثنا کریں گے - اور بلیغ ترین حمد و ثنا ہوگی ——— تو دنیا سے لے کر آخرت تک آپ کو حمد و ثنا دی ہوئی ہے ——— کوئی لمحہ آپ کا حمد و ثنا سے خالی نہیں ہوتا - بعقلہٖ ——— کوئی حال ایسا نہیں ہوتا تھا جس میں حمد و ثنا اور شکر کے صیغے استعمال نہ فرمائے ہوں ——— اسی لئے علماء لکھتے ہیں کہ آپ کا نام احمد ہے ——— احمد کے معنے ہیں سب سے زیادہ حمد کرنے والا بندہ ——— تو آپ احمد بھی اور حق تعالےٰ کا قانون ہے مکافات کا ——— جو جس طرح کا معاملہ

کرتا ہے حق تعالےٰ سے اللہ تعالےٰ بھی اُس کے ساتھ اُسی قسم کا معاملہ کرتے ہیں — ان تنصر اللّٰہ ینصرکُمْ آپ اللہ کی مدد کریں اللہ آپ کی امداد کریگا — فاذکرونی اذکرکُمْ۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا —

جس کو یہ پسند ہے کہ وہ اللہ سے ملاقات کرے تو اللہ کو بھی یہ پسند ہے کہ وہ اس بندے سے ملاقات کرے — تو قانونِ مکافات ہے حق تعالےٰ کا —

آپ نے اللہ تعالےٰ کی اتنی حمد و ثنا کی کہ آپ کا نام احمد ہو گیا — اور حق تعالےٰ نے آپ کی حمد و ثنا کی تو اس لئے آپ کا نام محمد ہو گیا — حمد کیا گیا — آپ حمد کرنے والے بھی سب سے زیادہ ہیں اور حمد کیئے گئے بھی سب سے زیادہ — اور اسی لئے قیامت کے دن آپ کو جو مقام دیا جائے گا اس کا نام بھی مقام محمود ہو گا — عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا محمودا — حتّٰی کہ وہ جھنڈا جو آپ کے ہاتھ میں ہوگا قیامت کے دن اُس کا نام بھی لواء الحمد ہوگا — بیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ (قیامت کے دن، حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر فرماتے ہیں - میں شیخی سے نہیں کہتا امر خداوندی ہے - تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں — تو لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) آپ کے ہاتھ میں ہوگا - آدمؑ اور ساری اولادِ آدمؑ حمد کے جھنڈے کے نیچے ہوگی۔

چنانچہ جھنڈا بھی دیا گیا تو حمد کا — مقام بھی دیا گیا تو محمود - حتّٰی کہ حدیث میں ہے آپ کی امت کا لقب امت کا نام بھی حمادون ہوگا — یعنی حمد والے بندے — ساری امتوں میں یہ امت حمادون کے لقب سے یاد کی جائے گی — کہ آ گئے حمد و ثنا کرنے والے بندے —

اس واسطے کہ نبی جس وصف غالب سے تربیت فرماتے ہیں اپنی امت کی — وہی وصف امت کے اندر رچتا ہے پوری طرح سے — تو آپ کے اوپر غلبہ ہے حمد و ثنا کا — اس لئے امت کا مزاج بھی ہے حمد و ثنا کا - کفرانِ نعمت کا مزاج نہیں ہے —

تھوڑی سی چیز ہو گی تو حمد و ثنا بہت کریں گے — تھوڑی نعمت مل جائے گی تو اللہ کا شکر بہت ادا کریں گے — یہ مزاج ہے اس امت کا — اگر مزاج میں سلامتی نہ ہو خدانخواستہ — مزاج فاسد ہو جائے کسی کا تو وہ بات دوسری ہے — لیکن اصل طبیعت پر جب یہ امّت رہے گی تو حمد و ثنا کا غلبہ رہیگا - اس لئے کہ اس کے مربیٔ اعظم پر بھی غلبہ تھا حمد و ثنا کا — ہر طرف سے حمد و ثنا گھیرے ہوئے ہے آپ کو — تو آپ کو اللہ نے جو کتاب عطا کی ہے تو اس کی ابتداء بھی الحمد سے کی ہے — الحمد للہ رب العالمین — ساری تعریفیں ہیں اللہ رب العالمین کے لئے — گویا کہ آغاز میں حمد رکھ دی گئی کہ جب ایک مسلمان کتابِ خداوندی پڑھیگا تو سب سے پہلے اُس کی زبان پر حمد کا صیغہ آئے گا — کہ الحمد للہ — ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے جہانوں کا — رحمان ہے رحیم ہے — مالک یوم الدین ہے — تو حمد سے گویا آغاز کیا گیا کتاب اللہ کا - جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ آغاز اور غلبہ اور سبقت تمہارے اندر حمد و ثنا کی رہنی چاہئے — گویا ہر وقت اللہ کی نعمتیں پیشِ نظر رہیں — تاکہ حمد و ثنا تمہاری زبانوں سے جاری ہو - قلوب کے اندر بھی جاری ہو —

تو آغاز کیا گیا کتاب اللہ کا حمد کے ساتھ — الحمد للّٰہ — بقول نحویوں کے اگر "ال" استغراق کا لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جتنے بھی الفاظ حمد کے ہیں وہ سب اللہ کے لئے ہیں - اس واسطے کہ حمد جو ہوتی ہے کسی پاکیزہ صفت کی ہوتی ہے — بُرے اوصاف پر تو کسی کی حمد و ثنا کوئی کیا ہی نہیں کرتا — خوبی پر حمد و ثنا ہوتی ہے — تو جب ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں — اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری خوبیاں ہی اللہ کے لئے ہیں — وہی سرچشمہ ہے ساری خوبیوں کا — واسطہ یا بلا واسطہ جو بھی حمد کریں گے کسی کی — وہ اللہ ہی کے لئے ہے — بلاواسطہ اللہ کی حمد کریں تو وہ سرچشمہ ہے کمالات کا، مستحق ہے حمد و ثنا کا — لیکن دنیا

میں بھی اگر آپ کسی کی تعریف کرینگے اور شکر ادا کریں گے تو وہ بھی دراصل اللہ ہی کا شکر ہوگا — اس لئے کہ جس میں جو خوبی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے آئی ہے — کسی کی ذات میں کوئی خوبی نہیں — جس میں کچھ خوبیاں نمایاں ہیں وہ پرتو ہیں حق تعالیٰ شانہٗ کی خوبیوں کا — اس لئے اگر کسی انسان کی خوبی پر آپ تعریف کرینگے وہ بھی بالآخر اللہ کی تعریف ہے — کسی اور خوبصورت چیز کی تعریف کرینگے تو وہ بھی درحقیقت اللہ ہی کی تعریف ہے — اور خوبی وہیں سے آئی ہے — تو صورت کی تعریف ہو یا سیرت کی ہو، بدن کی ہو یا روح کی ہو، کسی خوبی کی ہو یا عمدگی کی ہو بالآخر وہ اللہ کی تعریف ہے کیونکہ ہر خوبی وہیں سے آئی ہے — اس لئے کہا گیا کہ الحمد للہ اس میں ال استغراقی ہے - یعنی سارے الفاظ حمد کے صرف اللہ کے لئے ہیں — بالواسطہ ہوں یا بلا واسطہ —

اب اگر جنس کا لے لیا جائے 'ال' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حمد کی جنس اللہ کے لئے ہے — قلیل ہو یا کثیر حق تعالےٰ ہی مستحق ہیں حمد و ثنا کے — اصل میں ان کی حمد ہے، ان کے واسطہ سے پھر دوسروں کی حمد ہے —

تو قرآن کریم کا آغاز کیا گیا الحمد سے اس لئے کہ جس نبیؐ پاک پر یہ کتاب اتاری گئی ان پر خود غلبہ حمد و ثنا کا ہے — ان کا نام احمدؐ — ان کا نام محمدؐ — ان کے مقام کا نام محمود — ان کے جھنڈے کا نام لواءالحمد — ان کی امت والوں کا لقب حمادون — اس لئے کتاب بھی حمد سے ہی شروع کی گئی — تو آغاز ہوا حمد سے —

درحقیقت دنیا میں جتنی بھی نعمتیں یا لذتیں ہیں ان کے مقابلہ پر شکر کی عبادت رکھی گئی — اور آغاز کیا الحمد سے تاکہ شکر گذارنے کی توفیق پیدا ہو بندہ میں — اور شکر گذار بننے کا جذبہ ہمارے اندر قائم ہو — دوسری حالت مصیبت کی ہوتی ہے — انسان اذیت اٹھاتے — بیماری ہے، مرض ہے، فکر ہے، غم ہے — خلافِ طبع واقعات ہزاروں

پیش آتے ہیں ــــ ان کے مقابلہ میں رکھا گیا ہے تعوّذ یعنی پناہ مانگو اللہ سے ــــ پناہ جوئی کرو اور اللہ کے دامن میں آ جاؤ تاکہ مصائب سے بچو ــــ اس کے لئے اعوذ باللہ ہے ــــ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں زندگی کے جتنے صیغے حمد و ثنا کے اتنے ہی صیغے تعوّذ کے ہیں ــــ کوئی نعمت نہیں چھوڑی جس پر حمد و ثنا نہیں کی اور کوئی مصیبت نہیں چھوڑی جس سے پناہ مانگنی نہ سکھلائی ہو آپ نے ــ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ــــ سرچشمہ ساری برائیوں اور خباثتوں کا شیطان ہے تو پہلا تعوّذ تو اس سے ہی سکھلایا ــــ رب اعوذبک من ھمزٰت الشیاطین و اعوذ بک رب ان یحضرون ۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں شیطان سے ، شیطان کے نفقہ سے اور شیطان کے اثرات سے ــــ پہلا تعوّذ شیطان سے کیا گیا ــــ کہیں فرماتے ہیں ۔ اعوذ باللہ من امراۃ تشیّبنی قبل المشیب میں پناہ مانگتا ہوں اس عورت سے جو بڑھاپے سے پہلے مجھے بوڑھا کر دے کہیں فرمایا ۔ اعوذ باللہ من ولد یکون علیّ وبالاً ۔ میں پناہ مانگتا ہوں ۔ ایسی اولاد سے جو میرے اوپر عذاب بن کر رہ جائے ۔ کہیں فرمایا ۔ اعوذ باللہ من البلاء ۔ میں بلیّات سے پناہ مانگتا ہوں ۔ کہیں فرمایا ۔ اعوذ باللہ من الوباء ۔ میں وباء سے پناہ مانگتا ہوں ۔ کہیں فرمایا ۔ اعوذ باللہ من سوء الاخلاق والاھواء والادواء میں پناہ مانگتا ہوں بُرے اخلاق سے، بُری بیماری سے، بُری بُری خواہشات سے تو غرض تعوّذ کے ہزاروں صیغے ہیں ــــ اعوذ باللہ من فتنۃ المسیح الدجّال ــــ میں پناہ مانگتا ہوں دجّال کے فتنوں سے ۔ اعوذ باللہ من فتنۃ المحیا والممات ۔ میں پناہ مانگتا ہوں موت اور زندگی کے فتنے سے ۔ اعوذ باللہ من فتنۃ الدنیا ۔ میں پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنہ سے ــــ تو عورت کے فتنہ سے ، دنیا کے فتنہ سے ، بیماریوں کے فتنہ سے ، حیات و ممات کے فتنہ سے ــــ کوئی فتنہ نہیں چھوڑا کہ جس سے پناہ مانگنی نہ سکھلائی ہو ــــ تو اول حمد اس کے بعد دوسری چیز تعوّذ ہوئی ۔

قرآن کریم کا عجیب اسلوب ہے کہ ابتداء حمد سے کی گئی اور انتہا تعوذ سے کی گئی ۔ سب سے پہلی صورت فاتحہ ہے جس کی ابتدا ہوئی الحمد سے ــــ اور سب سے آخری سورتیں ہیں قل اعوذ برب الفلق ۔ قل اعوذ برب الناس ۔ کہ جن میں جتنے مصیبتوں کے احوال تھے ان سے پناہ مانگی گئی ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ ــــ مادی وسائل جتنے ہیں ان سے پناہ اس میں مانگ لی گئی ــــ اصول بتا دئے گئے ــــ یہ ایسا ہی ہے بالکل ــــ یعنی مثال کے طور پر آپ کھیتی بوتے ہیں یا کوئی درخت لگائیں ۔ اور وہ کھیتی اوپر کو چڑھے ۔ تو جب تک یہ کھیتی آفات سے بچی رہے گی پروان چڑھے گی اگر آفات آ جائیں تو کھیتی مرجھا جاتی ہے ، ختم ہو جاتی ہے ۔ تو بعض اوقات کھیتی کو کچھ ایسے جانور لگ جاتے ہیں جو سبزہ خور ہیں اور درختوں کو چاٹ کر برابر کر دیتے ہیں اور کھیتی نیست و نابود ہو جاتی ہے ــــ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جانور تو نہ لگے لیکن کھیتی کے جو باقی رہنے کے اسباب ہیں وہ منقطع ہو جاتے ہیں ۔ مثلاً کھیتی کا بقا ہوا سے ہے ــــ اگر ہوا بند ہو جائے کھیتی مرجھا جائے گی ۔ یا سورج کی دھوپ چاہئے کھیتی کے لئے اگر وہ نہیں ہوگی کھیتی مرجھا جائے گی ۔ یا کھلی ہوئی فضا چاہئے ۔ اگر بند جگہ میں آپ درخت کو بند کر دیں گے تو وہ مرجھا جائیگا ــــ تو کھلی فضا ہو ــــ ہوا ہو ــــ سورج کی روشنی ہو ــــ یہ سب چیزیں نشو و نما دیتی ہیں ، باقی رکھتی ہیں ۔

اگر یہ اسباب منقطع ہو جائیں تو کھیتی مرجھا جائے گی ــــ باقی نہیں رہے گی جیسے سارے اسباب موجود ہوں کوئی عارض ایسا پیش آ جائے ۔ مثلاً اولے پڑ جائیں یا برف باری ہو جائے انتہا کی ــــ تو بنی بنائی کھیتی اس میں خراب ہو جائے گی ــــ یا یہ بھی نہ پیش آئے ــــ کھیتی کا جو مالک ہے اس کا کوئی دشمن ہے اُس نے گھات لگا کر ساری کھیتی کاٹ کر برابر کر دی ــــ پھل نہ لانے پائی تھی کہ ایک طرف سے درانتی لے کر صاف کر دی ، کاٹ برابر کی ــــ تو کبھی تو کھیتی برباد ہوئی ــــ ایسی طبعی مصیبتوں سے ــــ کوئی جانور لگ گیا ۔ اُس نے چاٹ لیا ۔ کوئی کیڑا لگ گیا ــــ کبھی کھیتی برباد ہوتی ہے کہ اسباب بقا موجود نہ رہیں ــــ کبھی کھیتی برباد ہوتی ہے نشو و نما کے سامان نہ رہیں اور کبھی کھیتی دشمنی میں برباد ہوتی ہے ــــ یہی چار اصول ہیں کہ اس سے نشو و نما پانے والی چیز تباہ و برباد ہو جاتی ہے ــــ اسی طرح سے انسان جب پیدا ہوتا ہے اُس میں نشو و نما ہے ــــ وہ بڑھنے والی چیز ہے اُس کے لئے تباہ کُن بھی اسی قسم کے چار اسباب ہوتے ہیں ــــ

کبھی تو کچھ ایسی چیزیں اس کے مقابل آ جاتی ہیں کہ جن کی فطرت کے اندر یہی ہے کہ نقصان پہنچائیں ۔ جیسے سانپ ہے ، بچھو ہے ــــ وہ جو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ سوچ سمجھ کر نہیں ہوتی ــــ طبیعت کا تقاضا یہی ہے کہ ایذا پہنچائیں ــــ انسان بعض اوقات تباہ ہو جاتا ہے سانپ کے کاٹنے سے ، بچھو کے کاٹنے سے یا کوئی درندہ آ گیا اُس نے آ کر ختم کر دیا ۔ تو درندہ کوئی انتقام نہیں لیتا ــ وہ سوچ سمجھ کر ایسا نہیں کرتا ــــ اُس کی طبیعت کا تقاضا ہے کہ حملہ کر دے ــــ سانپ ، بچھو حملہ کر دیتے ہیں ــــ تو کبھی تو انسان کی زندگی اس طرح خطرہ میں پڑ جاتی ہے ۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو اسباب بقا ہیں جیسے روٹی ہے ، غذا کھانا ہے ، پینا ہے وہ منقطع ہو جائیں تو انسان کی بقا نہیں رہتی ــــ کبھی یہ بھی ملتی رہتی ہے مگر وباء پھیل جائے جس سے آدمی ختم ہو جائے ــــ یا وباء نہ پھیلے مگر انسان کا کوئی جانی دشمن ہے وہ گھات پا کر حملہ کر دے اور ختم کر دے انسان کو ــــ یہی اسباب ہوتے ہیں ــــ تو ان چاروں اصولی اسباب کی طرف اشارہ کیا گیا ۔ قل اعوذ برب الفلق ۔ کہہ دیجئے

اے نبی کریمؐ! میں پناہ مانگتا ہوں، پناہ میں آتا ہوں۔ کس کی؟ رب الفلق کی۔ ۔۔۔ جو رات کی تاریکی کو پھاڑ کر صبح کا سپیدہ نمودار کرتا ہے، اُس کو قدرت ہے کہ رات کو ختم کر دے، دن نکال دے، روشنی پھیلا دے ۔۔۔ اُس قدرت والے کی پناہ میں آتا ہوں کن چیزوں سے؟ من شر ما خلق۔ ایسی چھوٹی چیزوں سے جن کی طبیعت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ تخریب کریں ۔۔۔ سانپ ہے، بچھو ہے، درندے ہیں ۔۔۔ میں ان سے پناہ مانگتا ہوں ۔۔۔ من شر ما خلق و من غاسق اذا وقب ۔۔۔ اور میں ان چیزوں سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ جو نقصان پہنچا دیں چھپ کر ۔۔۔ کہ چھپ جائیں اور مجھے نقصان پہنچ جائے ۔۔۔ سورج چھپ گیا اندھیرا چھا گیا۔ اندھیرے میں چوروں نے آکر نقصان پہنچا دیا۔ کسی نے سازش کی اور تکلیف پہنچائی۔ کسی نے گھات لگا کر کوئی تیر مارا یا کوئی گولی چلا دی۔ اور ختم ہو گیا آدمی ۔۔۔ چنانچہ اندھیرے میں ایسے کام زیادہ ہوتے ہیں ۔۔۔ تو سورج کی روشنی غروب ہو جائے اور اس اندھیرے میں میرے لئے نقصان کے سامان پیدا ہو جائیں ۔۔۔ و من شر غاسق اذا وقب یا یہ چیز نہ پیدا ہو کچھ عوارض پیش آ جائیں ۔۔۔ و من شر النفثت فی العقد ۔۔۔ تانت اور ڈوروں پر پڑھ پڑھ کر منتر پڑھ کر دم کرنے والی عورتوں سے پناہ مانگتا ہوں یعنی ساحرانہ عمل اور جادوگری ۔۔۔ اس سے بعض دفعہ آدمی تباہ ہو جاتا ہے ۔۔۔ کسی نے عمل سحر کر دیا کسی نے عملیات کر دئے اور اس کی وجہ سے انسان کو نقصان پہنچ گیا۔ اس سے میں پناہ مانگتا ہوں۔ و من شر حاسد اذا حسد۔ یا کوئی دشمن ایسا پیدا ہو جائے حاسد ۔۔۔ کہ وہ رات دن میری نعمتوں کے زوال کی فکر میں رہے یا ایذائیں پہنچاتا رہے تو مطلب یہ ہے کہ مادی نقصانات کے جتنے اصول تھے ان سے پناہ مانگنی سکھلائی گئی قل اعوذ برب الفلق میں ۔۔۔ اور روحانی نقصانات تو روحانیات میں سب سے بڑی چیز ایمان ہے ۔۔۔ ایمان کو نقصان پہنچانے والی چیز وسوسے ہیں، خطرات ہیں، مضر قسم کے خیالات ہیں ۔۔۔ بُرے قسم کے عقائد ہیں ۔۔۔ شیطانی خیالات ہوتے ہیں ۔۔۔ انسان کا عقیدہ بگڑ جاتا ہے فکر خراب ہو جاتا ہے ۔۔۔ اس سے پناہ مانگنی قل اعوذ برب الناس میں سکھلائی۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۝ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ رب العزت سے جو بادشاہ ہے انسانوں کا، پروردگار ہے لوگوں کا اور معبود بھی ہے ۔۔۔ کاہے سے من شر الوسواس ۔۔۔ وسوسوں کی برائیوں سے اور وسوسے بھی خناس کی طرف سے جو چھپ کر وسوسے ڈالتا ہے سامنے نہیں آتا ۔۔۔ اور وہ انسانوں میں بھی ہے، جنات میں بھی ہے جو قلوب کو فاسد کرتے رہتے ہیں ۔۔۔ شکوک و شبہات سے جس سے ایمان میں خلل آتا ہے۔

تو بہرحال عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آغاز کیا گیا تھا قرآن کریم کا حمد و ثنا سے اور اختتام کیا گیا تعوذ کے اوپر پناہ جوئی کے اوپر ۔۔۔ اس لئے کہ حالتیں دنیا میں دو ہی ہیں ۔۔۔ یا نعمت کی یا مصیبت کی ۔۔۔ یا راحت کی چیزیں ہیں یا مصیبت ڈالنے والی چیزیں ہیں ۔۔۔ تو راحت کی چیزوں پر حمد بتائی گئی اور مصائب کے اوپر تعوذ اور پناہ مانگنا بتلایا گیا ۔۔۔ تو ابتدا کی گئی قرآن کریم کی حمد و ثنا سے اور انتہا کر دی گئی لا کر تعوذ اور پناہ جوئی کے اوپر ۔۔۔ تاکہ انسان یہ محسوس کرے اور بطور جذبہ کے اس کو پیش نظر رکھے کہ میرے کام دو ہی ہیں یا اللہ کا شکر ادا کرنا یا اللہ سے پناہ مانگنا ۔۔۔ اس لئے کہ حالات دو ہی ہیں ۔۔۔ تو بندہ کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی لمحہ فارغ نہ ہو کہ وہ شکر نہ کر رہا ہو اللہ کا ۔۔۔ ایک شکر ادا کرنا عبادت کے واسطے ہے۔ یہ جو نماز پڑھتے ہیں یہ بھی ادائے شکر ہے۔ یہ جو روزہ رکھتے ہیں یہ بھی ادائے شکر ہے۔ صبح و شام آپ تسبیح و تہلیل کریں یہ بھی ادائے شکر ہے کسی بندہ کا شکر کریں کسی نعمت پر وہ بھی ادائے شکر ہے اللہ ہی کے لئے ہے ۔۔۔ حدیث میں ہے کہ جس نے کسی نعمت دینے والے کے سامنے کہا جزاک اللہ ۔۔۔ اس نے نہایت بلیغ طور پر شکر ادا کر دیا ۔۔۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ جو بندوں کا شکر ادا نہ کرے وہ خدا کا بھی شکر گذار نہیں ہوتا ۔۔۔

(باقی اگلے شمارہ میں)

بقیہ ص۸ حضرت ابن عباس

آپ نے دعا فرمائی "اے اللہ! ابن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما دے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھ رہے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ بھی نیت باندھ کر پیچھے کھڑے ہوگئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے آپ کو برابر کھڑا کر لیا۔ حضرت ابن عباسؓ کسی قدر پیچھے ہٹ گئے۔ نماز کے بعد حضور علیہ السلام نے آپ سے پیچھے ہٹنے کی وجہ پوچھی۔ تو آپ نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں آپ کے برابر کیسے کھڑا ہو سکتا ہوں"۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے ان کا یہ ادب واحترام دیکھ کر دعا فرمائی۔ "یا اللہ۔ ابن عباسؓ کے علم و فہم میں اضافہ فرما دے ۔۔۔ کس قدر خوش قسمت تھے۔ آپ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں دعا فرمائی۔

عزیز بچو! اتنی چھوٹی عمر میں قرآن کریم کو تفسیر کے ساتھ پڑھنا بڑی مقبولیت کی بات ہے۔ کوشش کریں کہ یہ دولت آپ کے حصہ میں بھی آجائے ۔۔۔ اور اگر تفسیر کے ساتھ پڑھنے کا شرف حاصل نہ ہو سکے۔ تو کم ازکم قرآن کو حفظ کرنے کی سعادت ہی نصیب ہو جائے تاکہ قیامت کے دن اللہ اور اس کے رسولؐ آپ سے راضی ہوں۔

اللہ ہم سب کو قرآن مجید کا شوق عطا فرمائے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے کی توفیق دے ۔۔۔ آمین یا الہ العالمین

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

صاحبزادہ ابوسعد فضل احمد غزؔ ابن صحرائی آستانہ عالیہ صحرائیہ باغبانپورہ لاہور (پشتو مع ترجمہ اُردو)

بر وفاتِ حسرت آیات شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

ہم یہ پشتو نظم اپنے پختون قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

نن پہ خلقوکښ ویر کہ دے چا پیر چل پیژندے پکښ پرہ دے شی او نہ خپل

آج میں دیکھتا ہوں کہ خلقت میں ہر دم ماتم بپا ہے اپنے اور پرائے کی شناخت نہیں ہوسکتی

مولانا احمد علی مړشہ افسوس دے دَ عالم سړی لوئے غم دے مړ کیدل

افسوس ہے کہ مولانا احمد علی کا انتقال ہوگیا اور ایک عالم آدمی کا مرجانا عظیم حادثہ ہے

لوئے دولت دَ دہ وجود و قوم دَ پارہ ښہ خہ بہ وَہ کہ دے ژوندے وے تل

آپ کا وجود گرامی قوم کے لئے بڑی دولت تھی کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کو پائندگی ہوتی

دہ کښ عیب نہ وُ دَ نورو خلقو غوندِ بے لہ دے دہ لہ ہم وو فنا کیدل

آپ میں ایسا کوئی عیب نہیں تھا جو اور لوگوں میں ہوتے ہیں بجز اس اک عیب کے کہ آپ بھی فانی تھے

پاکیزہ ژوند یئے وداسے حقیقت کښ جاری وَہ چینہ دَ علم اَو دَ عمل

فی الحقیقت آپ کی زندگی ایسی برگزیدہ تھی جس سے علم و عمل کا چشمہ جاری تھا

ناستہ ملاستہ یئے پہ یادو کښ دَ خدائے وَہ مشغولا یئے خو کہ وَہ قران خود ل

اُٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی آپ کا شعار تھا اور آپ کا عزیز ترین مشغلہ درس قرآن مجید تھا

پہ خبرو کښ یئے نور او حکمت ډک وو اضطراب بہ یئے سکون کښ کہ بدل

آپ کی باتوں میں حکمت اور نور بھرا تھا جس سے اضطراب سکون سے بدل جاتا تھا

پوہ وَہ ددہ مجلس ځلمو دَ پارہ دَ ضعیف د پارہ و دَ توان موندَل

آپ کی صحبت نوجوانوں کو سمجھ عطا کرتی تھی اور ضعیفوں کو توانائی بخشتی تھی

د دہ مرګ اَو ژوندون دوارہ دَ عزت وو مشال و د ھدایت تیَرے کښ بَل

مرحوم کی موت و زیست ہر دو قابل ستائش تھی اور تاریکیوں میں آپ کی ذات ہدایت کی روشن مشعل تھی

څہ بہ وائے مرګ یو داسے حقیقت دے نشتہ دے نہ دَ ھیچا خلاصے موندَل

کیا کہا جائے موت اک ایسی حقیقت ہے کہ اس سے کسی کو بھی رستگاری نہیں ہے

مرګہ مړ شے کورے نا عالم جاھل ثہ پہ یو نرخ دِ واغستہ فنا دِ کړل

اے موت تجھے موت آجائے کہ تو عالم اور جاہل کو نہیں دیکھتی تو نے سب کو ایک بھاؤ خریدا اور فنا کر ڈالا

مبارک قبر خوستا لکہ نافہ دے چہ یئے خاورہ مشک کړہ ستا حُسنِ عَمل

آپ کی قبر مبارک نافہ کے مانند ہے اور آپ کا حسن عمل بمنزلہ مشک ہے جس نے اس کی مٹی کو خوشبو دار کر ڈالا ہے

شہ رحمت پرچہ دے قبر کښ اودہ دے دَ شرف څادر یئے وُبے داغہ تَل

خدا کی رحمت ہو اُس پر جو اس قبر کے اندر سویا ہے اور جس کے شرف کی چادر ہمیشہ بے داغ رہی ہے

(غزؔ ابنِ صحرائی)

مولانا مفتی محمد کلیم اللہ خطیب جامع مسجد میلسی شہر

علمی فوائد

الشیخ

الشیخ۔ شیخ بروزن فَعْلٌ مفرد ہے اس کی جمع کبھی بروزن اَفْعَالٌ آتی ہے۔ جیسے اَشْیَاخٌ اور کبھی بروزن فِعْلَانٌ آتی ہے جیسے شِیْخَانٌ اور کبھی بروزن فُعُوْلٌ آتی ہے۔ جیسے شُیُوْخٌ اور کبھی بروزن فَعَائِلُ آتی ہے۔ جیسے مَشَائِخُ مگر یہ شاذ ہے دبہ ھکذا قال الرضی فی شرح شافیہ) اور شیخ کے تین معنی ہیں۔ لغوی۔ عرفی شرعی۔ شیخ کا لغوی معنی ہے۔ پیر خواجہ کسیکہ ازچہل سال گزشتہ باشد و درجہ ہرم نرسیدہ باشد۔ جو چالیس برس سے گزر چکا ہو اور درجہ ہرم کو نہ پہنچا ہو جیسا کہ قرآن کریم کے مختلف مواضع میں آیا ہے

۱۔ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰیٓ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ بولی اے خرابی کیا بچہ جنوگی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرا ہے۔ بوڑھا (از شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ) یہاں یَاوَیْلَتٰی کا لفظ ایسا ہے۔ جیسے ہمارے محاورات میں عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ ہیں نگوڑی کیا اس بڑھاپے میں اولاد جنوں گی۔ حضرت سارہ کی عمر کہتے ہیں اس وقت ۹۹ سال تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سو سال یا اس سے بھی متجاوز تھے (از علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

۲۔ قَالُوْا یٰٓاَیُّھَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا کَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَکَانَهٗ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ کہنے لگے اے عزیز اس کا ایک باپ ہے بوڑھا بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک کو ہم میں سے اس کی جگہ ہم دیکھتے ہیں تو ہے احسان کرنے والا (از شیخ الہند) یعنی بوڑھے باپ کو بڑا صدمہ پہنچیگا وہ ہم سے زیادہ اس کو اور اس کے بھائی یوسف کو چاہتے تھے۔ یوسف کے بعد اب اس سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں آپ اگر اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں۔ تو بڑی مہربانی ہوگی آپ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں۔ اور ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں۔ امید ہے ہم کو اپنے کرم سے مایوس نہ فرمائیں گے (از علامہ عثمانی رح)

۳۔ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ۔ اور ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ بڑی عمر کا۔ یعنی ہمارا باپ جوان اور توانا ہوتا تو ہم کو آنا نہ پڑتا وہ خود ان مردوں سے نپٹ لیتا کرتا۔ (از علامہ عثمانی رح) اور شیخ کا عرفی معنی ہے (اَلشَّیْخُ مَنْ لَهٗ مَهَارَةٌ کَامِلَةٌ فِیْ فَنٍّ مِّنَ الْفُنُوْنِ) شیخ وہ شخص ہے جس کو فنون میں سے کسی فن میں پوری مہارت ہو۔ اور شیخ کا اصطلاح اہل شرع میں معنی ہے۔ الشیخ من یحی السنة ویمیت البدعة ویکون اقواله وافعاله حجة للناس ولو کان شابا شیخ وہ شخص ہے۔ جو سنت زندہ کرے اور بدعت ختم کرے اور اس کے اقوال وافعال لوگوں کے لئے حجت ہوں اگرچہ وہ جوان ہو

الامام

لفظ امام مفرد ہے اور اس کی جمع اَئِمَّةٌ آتی ہے۔ ھو اسمٌ لِمَا یوتم بہ) اور امام لغت قرآن کے اعتبار سے چار معانی پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۔ کما فی قوله تعالیٰ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ فرمایا میں تجھ کو کردوں گا سب لوگوں کا پیشوا پہلا معنی پیشوا ہے یعنی تمام انبیاء تیری متابعت پر چلیں گے وفی قوله تعالیٰ۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا اور کر ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا۔ یعنی ایسا بنادے کہ لوگ ہماری اقتداء کرکے متقی بن جایا کریں۔ حاصل یہ کہ ہم نہ صرف بذات خود مہتدی بلکہ دوسروں کے لئے ہادی ہوں اور ہمارا خاندان تقویٰ و طہارت میں ہماری پیروی کرے۔ وفی قوله تعالیٰ۔ وَجَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّةً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا اور ان کو کیا ہم نے پیشوا راہ بتلاتے تھے ہمارے حکم سے یعنی ایسے کامل تھے کہ دوسروں کی بھی تکمیل کرتے تھے۔ وَجَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ اور کیا ہم نے ان کو پیشوا کہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف یعنی یہاں ضلالت و طغیان میں پیش پیش تھے۔ اور لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے وہاں بھی ان کو دوزخیوں کے آگے امام بنا کر رکھا جائے گا۔ یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَھُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ

۲۔ دوسرا معنی طریقہ واضح ہے جیسا کہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے وَاِنَّھُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ اور دونوں بستیاں واقع ہیں۔ کھلے راستہ پر یعنی حجاز و شام کے جس راستہ پر قوم لوط کی بستیاں تھیں وہیں ذرا نیچے اتر کر قوم شعیب کا مسکن تھا، دونوں کے آثار رستہ چلنے والوں کو نظر آتے ہیں۔

۳۔ تیسرا معنی اعمال نامہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِھِمْ جس دن ہم بلائیں گے سب لوگوں کو ان کے اعمالنامے کے ساتھ بعض نے لفظ امام سے خود اعمال نامہ مراد لیا ہے۔ کیونکہ وہاں لوگ اس کے پیچھے چلیں گے۔

۴۔ چوتھا معنی ہے۔ لوح محفوظ کما فی قوله تعالیٰ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے ایک کھلی اصل میں یعنی جس طرح تمام اعمال و آثار وقوع کے بعد ضابطہ کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ قبل از وقوع بھی ایک ایک چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور لکھنا بھی محض انتظامی ضوابط و مصالح کی بناء پر ہے ورنہ اللہ کے علم قدیم میں ہر چھوٹی بڑی چیز پہلے سے موجود و حاضر ہے۔ اسی کے موافق لوح محفوظ میں نقل کی جاتی ہے۔ (علامہ عثمانی رح)

فائدہ۔ اگر لفظ امام کتب نحو یا فن معانی و بیان میں اطلاق کیا جائے تو اس سے مراد امام عبدالقاہر رح ہوتے ہیں اور فلسفہ میں امام محمد فخرالدین رح

سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری ملتان شہر

شیخ التفسیر رحؒ کی سیرت مقدسہ کا ایک مخصوص و منفرد پہلو!

امام وقت، مرشدِ عصر، مفسّر قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ذاتِ گرامی اپنے گوناگوں محاسن و مناقب اور فضائل و کمالات کے اعتبار سے عہد حاضر کی عظیم شخصیت تھی، عظیم ترین شخصیت!

ملت کی دینی خدمات اور اپنے مجاہدانہ کارناموں کے پیش نظر آپ کی تنہا ذات ایک منظم جماعت پر بھاری تھی، اور اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ آپ کی ضعیف و نحیف شخصیت نے دین و امت اور قرآن و سنّت کی جو خدمت کی ہے۔ اس کی توفیق اس زمانہ میں پوری دنیائے اسلام میں کسی دینی ادارہ کو بھی نصیب نہیں ہوئی، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء آپ کی وفات کے بعد آپ کے اخلاقی محاسن، و فضائل علمی و عملی کمالات اور آپ کی دینی خدمات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اور ان عنوانات پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ اور اگر میں یہ کہوں تو حقیقت کی ترجمانی ہوگی کہ بسط و تفصیل کے ساتھ حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کے علمی و اصلاحی کارناموں، آپ کے ذاتی و نفسی کمالات و فضائل اور عادات و خصائل کو اگر مرتب و مدوّن کیا جائے تو متعدد جلدوں پر مشتمل کتاب تیار ہو جائے۔ جو مسلمانوں کے لئے مرشد و ہدایت کا ذریعہ اور روشنی کا مینار ہو۔

کاش! خدا اپنے کسی بندے کی توجہ اس طرف مبذول فرما دے۔ اور اللہ کا کوئی بندہ اس عظیم کام کو سر انجام دے۔ تو یہ نہ صرف اس کی زندگی کا شاہکار ہوگا۔ مگر ملت پر اس کا احسانِ عظیم ہوگا۔

اس وقت مجھے نہ تو حضرتؒ کے لاتعد فضائل و کمالات اور محاسن و مناقب میں سے کسی حسن و کمال کا بیان مقصود ہے۔ اور نہ ہی میں آپ کی وسیع دینی خدمات کے کسی ایک گوشہ پر قلم اٹھانا چاہتا ہوں۔ میں یہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ اور آپ کی سیرت و کردار کا صرف ایک پہلو بیان کرنا چاہتا ہوں، اور میں سمجھتا ہوں۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ کے اخلاق و شمائل اور عادات و خصائل کا وہ خاص پہلو ہے۔ جس نے آپ کو ایک ممتاز و منفرد حیثیت کا مالک بنا دیا ہے۔ اور جس کی طرف عموماً لوگوں کی نگاہ نہیں گئی۔

صحیح سال تو مجھے یاد نہیں۔ مگر ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ حضرت رحمہ اللہ کا ایک مختصر سا تبلیغی رسالہ میری نظر سے گزرا، اس کے آخری صفحہ پر اعلان تھا۔ کہ حضرتؒ کے اس قسم کے متعدد رسائل انجمن خدام الدین شائع کر چکی ہے جو خرچ ڈاک وصول ہونے پر مفت ارسال کئے جاتے ہیں

میں نے وہ تمام رسائل ڈاک کے ذریعہ منگائے، رسالوں کے ساتھ انجمن خدام الدین کے سالانہ جلسہ کا اشتہار اور مطبوعہ نظام الاوقات بھی مجھے ملا جس سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ صاحب شیخ العرب و العجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مفتی اعظم حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مؤرخ اسلام حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی اور امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہم اللہ اکابر علمائے امّت و مشائخ ملت لاہور میں تشریف لارہے ہیں جلسہ دسمبر کی تعطیلات میں ہو رہا تھا۔ اس لئے میں نے اس میں شریک ہوکر اپنے دینی رہنماؤں کی زیارت اور ان کے ارشادات سے مستفیض ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

جب میں شیرانوالہ دروازہ سے متصل مسجد میں پہنچا تو جلسہ شروع تھا اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ اپنے روح افریں اور ایمان افروز ارشادات سے حاضرین کو مستفید فرما رہے تھے

حضرت رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب اور حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہما اللہ کی زیارت اور روح پرور خطابات سے مشرف ہونے کا موقع بھی مجھے یہیں ملا۔ اور حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کی ملاقات کا شرف بھی سب سے اوّل میں نے اسی موقع پر پایا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاداتِ طیبّہ کو میں نے نوٹ کیا اور حضرت شیخ التفسیر نے بھی، بعد میں حضرت رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر کو صاف کرنے کی خدمت میرے سپرد فرمائی میں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر مرتب کرکے حضرت رحمہ اللہ کے حوالہ کی، جسے حضرت نے بہت پسند فرمایا اور بغرض اشاعت پریس کو دے دیا۔

یہ مولانا مرحوم سے میری پہلی ملاقات تھی، اور اس تقریب سے مجھے حضرت رحمہ اللہ سے متعارف ہونے کا موقع ملا اس موقع پر بھی مجھے حضرت کی سیرت طیبّہ کے اس خاص پہلو کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اور اس سے زیادہ ایک اور موقع پیرا!

مارچ ۱۹۴۵ء میں تنظیم اہل سنت کا پہلا مرکزی جلسہ بمقام لاہور منعقد ہوا اس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب دہلویؒ، اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی (رحمہم اللہ) وغیرہ اکابر نے شرکت فرمائی۔

اس موقع پر حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے خود فرما کر ان اکابر کو اپنے ہاں مدرسہ قاسم العلوم میں ٹھہرایا۔ اور میزبانی کے فرائض بنفسِ نفیس

انجام دیئے۔

میں نے دیکھا کہ ان اکابر کی حضرت رحمہ اللہ بے حد تعظیم و تکریم کرتے اور انتہائی ادب و احترام سے پیش آتے تھے حالانکہ درحقیقت حضرت خود بھی اکابر امت میں داخل تھے

مولوی عبدالمجید صاحب قریشی مرحوم ناظم سیرت کمیٹی پٹی نے اس موقع پر مجھ سے ایک خاص مجلس کی تحریک کی، میں نے اپنے اکابر کی رہائش گاہ (مدرسہ قاسم العلوم) پر اس کا انتظام کیا۔ اس مختصر سی مجلس میں جہاں تک مجھے یاد ہے۔ حضرت مدنی، حضرت مفتی صاحب حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا ظفر الملک علوی لکھنوی، حضرت شیخ التفسیر، بانیٔ تنظیم سردار احمد خاں صاحب پٹیانی، قریشی صاحب (رحمہم اللہ) اور راقم الحروف شریک تھے۔

اس مجلس میں متعدد مسائل زیر بحث آئے۔ سب حضرات نے بحث میں حصہ لیا راقم ایسے بے بضاعت نے بھی اظہار خیال کیا۔ مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ حضرت رحمہ اللہ نے ایک لفظ بھی تو زبان سے نہ کہا۔ اپنے اکابر کے سامنے دو زانو سرنگندہ بیٹھے رہے۔

اس کا واحد سبب یہ تھا۔ کہ حضرت اپنے اکابر کی موجودگی میں کوئی لفظ زبان پر لانا ان حضرات کے ادب و احترام کے خلاف سمجھتے تھے، بلکہ آپ عموماً ان اکابر کی آنکھ سے آنکھ ملانے سے بھی اجتناب فرماتے تھے، اور اپنے بزرگوں کے سامنے اکثر آنکھیں نیچی رکھا کرتے تھے۔

اللہ اکبر! حضرت کی کیا باعظمت ہستی تھی خود اکابر میں شامل ہو کر اپنے اکابر کا اس درجہ لحاظ! اور اسقدر ادب و احترام!! میں سمجھتا ہوں۔ اپنے بزرگوں کی مخلصانہ خدمت و تعظیم آپ کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

آپ کی سیرت کا یہ پہلو آپ کی بزرگی اور بڑائی کی اساس و بنیاد ہے اور آپ کے عظیم کردار کا جوہر! اور یہی جوہر آپ کو اپنے وقت کے دوسرے اعاظم رجال سے ممتاز کرتا ہے۔

مجھے اپنی زندگی میں بڑے بڑے بزرگوں کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ لیکن یہ وصف جس درجہ میں نے حضرت رحمہ اللہ میں پایا۔ اور کسی بزرگ میں کم پایا۔ آپ اپنی اس صفت اور خداداد نعمت کے اعتبار سے اپنے معاصرین میں مخصوص و منفرد حیثیت رکھتے تھے۔

پھر حضرت کا یہ وصف آپ کی مستقل عادت اور سیرت تھی۔ تصنع و تکلف سے بالکل بیگانہ اور بناوٹوں سے قطعاً ناآشنا! پھر اس میں کسی بزرگ کی خصوصیت نہ تھی۔ سب کا برابر ادب و احترام اور سب کی مساوی توقیر و تعظیم!

جب میں نے آپ کو حضرت شاہ صاحب علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں سراپا ادب و احترام دیکھا تو یہ سمجھا کہ آپ سب سے زیادہ احترام حضرت شاہ صاحب کا کرتے ہیں۔ لیکن جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ کے حضور صورت تصویر بیٹھے دیکھا تو معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ سب سے زیادہ احترام و تعظیم حضرت مدنی کا کرتے ہیں۔ اور حقیقت یہ تھی کہ آپ سب بزرگوں کا برابر ادب و احترام فرماتے تھے۔ بہت زیادہ ادب و احترام!!

حضرت شاہ صاحب کا ارشاد؟

اگر میں یہ کہوں کہ حضرت رحمہ اللہ کی پوری زندگی آپ کی سیرت و کردار کے اسی مرکزی نقطہ کی تفسیر تھی تو بے جا نہ ہوگی۔

مثلاً وقت کے جابر اقتدار سے تقابل و تصادم اور اس سلسلہ میں آپ کے مجاہدانہ کارنامے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا اور لاہور میں نظر بند و مقیم ہو جانا آپ کے اکابر و مشائخ خصوصاً حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں تھا۔ تو قرآن کریم کی خدمت و تفسیر حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے امر و ایما کے امتثال کے طور پر تھی۔

جس جلسے کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس جلسے کے ایام میں لاہور کے بعض لوگ حضرت رحمہ اللہ کے مخالف ہو رہے تھے۔ اور اپنی مخالفت کا بہانہ حضرت کی تفسیر قرآن کو بنا رہے تھے، غالباً بعض لوگوں نے حضرت شاہ صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی اس مخالفت کا اظہار کیا ہوگا۔ اور میرا خیال ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سلسلہ میں حضرت شیخ التفسیر کی حمایت کے طور پر جلسہ عام میں اپنے خطاب کے دوران میں فرمایا کہ:۔

"مولوی احمد علی صاحب نے لاہور میں قرآن کی خدمت کا کام میرے کہنے پر شروع کر رکھا ہے میں نے ہی لاہور کے اسٹیشن پر ان سے کہا تھا۔ کہ اب فقہ کا وقت آ گیا۔ اب تو لوگ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اب صرف قرآن باقی رہ گیا ہے۔ جس کے ذریعہ لوگوں کو دین سے وابستہ رکھا جا سکتا ہے۔ لہذا آپ لاہور میں قرآن کی خدمت کا اہتمام کریں" بہت مدت کی بات ہے میں یہ دعوٰی تو نہیں کر سکتا کہ حضرت شاہ صاحب کے الفاظ یہی تھے۔ لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ حضرت شاہ صاحب کا یہ مفہوم ضرور تھا۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کی سیرت کا جو خصوصی جوہر اور کردار کا مرکزی نقطہ تھا۔ یعنی اپنے بزرگوں کی دلی توقیر و تعظیم حقیقی عزت و تکریم اور ادب و احترام! وہ صرف اپنی ظاہری حدود تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ آپ کی پوری حیات طیبہ پر اس کا اثر غالب تھا۔ اور آپ کی پوری زندگی اسی ایک نقطہ کی تفسیر تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت رحمہ اللہ کی سیرت طیبہ کے اس جوہر اور کردار مبارکہ کے اس پہلو کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج اس جوہر کی بہت کمی نظر آتی ہے۔ بلکہ اس نعمت کا فقدان ہوتا جا رہا ہے۔ بڑی ضرورت ہے کہ حضرت کی سیرت کے اس گوشہ کو منظر عام پر لایا جائے۔ تاکہ اس اتباع اور پیروی کی تحریص و ترغیب ہو

اللہ کریم حضرت کی مزار مبارک کو مہبط انوار بنائے۔ اور آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ رسالہ نہ ملنے کی شکایت کرتے وقت دفتر کو چٹ نمبر سے مطلع فرمائیں بغیر خریداری نمبر کے تعمیل ممکن نہیں۔

مینجر

خواتین کا صفحہ

شیر دل یا فخر اسلام ماں

محمد اکرام الحق گجرات

یوں تو قدرت نے دنیا کی ہر ماں کو پیکر ایثار و قربانی بنایا ہے۔ لیکن مسلمان ماں کو ایثار و قربانی میں جو فضیلت و بزرگی عطا فرمائی ہے۔ اس لحاظ سے اس کا مقام دنیا کی ہر ماں سے بلند و بالا ہے۔

مسلمان ماؤں کے ایثار کی مثالوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ آج ہم تمہیں ان میں سے ایک فخر اسلام ماں کی داستان سناتے ہیں

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہد مبارک کی مشہور عالم جنگ قادسیہ میں حضرت خنساءؓ نامی ایک خاتون نے شرکت کی۔ مجاہدین اسلام اور کفار کے درمیان معرکہ کار زار گرم تھا۔ مجاہدین نہایت بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ لیکن دشمن کی طاقت بہت زیادہ تھی۔ اس کے سپاہی جانوں پر کھیل رہے تھے۔ اور مسلمانوں کی کامیابی محال دکھائی دیتی تھی۔ دو دن تک جنگ ہوتی رہی لیکن کامیابی نصیب نہ ہوئی

ایک روز جب شام کے وقت لڑائی اگلے دن پر ملتوی ہوئی تو اس پاکدامن خاتون نے اپنے چاروں بیٹوں کو اپنے پاس بلایا اور ان کو مخاطب کرکے حکم دیا۔

" تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم بہت چھوٹے تھے جب تمہارے والد کا انتقال ہوگیا۔ میں نے بڑی مصیبتوں اور جان جوکھوں کے بعد تمہیں پال پوس کر اتنا بڑا کیا ں خدائے بزرگ و برترؐ کی قسم کھا کر ، ہوں کہ میں نے تمہارے باپ سے خیانت نہیں کی۔ اور تمہارے خاندان کی عزت و ناموس کو ہمیشہ عزیز رکھا ہے۔ اس لئے تم پر میرے حقوق بہت زیادہ ہیں۔ اس وقت اسلام بڑے نازک مرحلے سے گزر رہا ہے۔ کفر اسلام کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔ اگر تم میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو تو اس کے لئے سنہری موقعہ موجود ہے۔ یاد رکھو۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ یہاں جو آیا اسے ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔ (کل نفس ذائقۃ الموت) لیکن خوش نصیب ہے وہ انسان جسے حق تعالیٰ شانہٗ کی راہ میں موت آئے۔ تم بھی کل صبح جب میدان جنگ میں نکلو۔ تو اس عزم کے ساتھ نکلو کہ یا تو اسلام کو غالب کرکے لوٹو گے یا لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤ گے۔ میرے بیٹو! اسلام کی سربلندی و سرفرازی کے لئے جان کی بازی لگا دو اور فتح اسلام کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دو " سعادت مند و فرمانبردار بیٹوں نے شیر دل ماں کے اس حکم کو گوش ہوش سے سنا۔ اور صبح جب جنگ کے لئے نکلے تو ایک نیا عزم صمیم ان کے سینوں میں موجزن تھا۔ سب نے ایک ساتھ گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور پیغام اجل بن کر کفار پر ٹوٹ پڑے دشمنوں کی صفوں میں گھس کر انہوں نے مقتولوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ وہ جس طرف حملہ کرتے دشمن کے کشتوں پر پشتے لگا دیتے انہوں نے دشمنوں کی صفوں کو الٹ کر رکھ دیا۔ بالآخر چاروں جانباز مجاہد لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرما گئے۔ اور ان کی قربانی کے صلہ میں قادر مطلقؐ نے مسلمانوں کو عظیم الشان فتح سے سرفراز فرمایا۔

جب شیر دل ماں پاکدامن خاتون اور فخر اسلام نے فتح اسلام اور اپنے جگر گوشوں کی شہادت کی خبر سنی تو خداوند اقدس کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اپنی کرم نوازی سے اسلام کو فتح عظیم سے نوازا اور میرے بیٹوں کو اپنی راہ میں شہید ہونیکا موقع دیا

اس پیکر ایثار و قربانی اور پاکدامن شیر دل ماں پر اسلام رہتی دنیا تک ناز کرے گا۔ اور ان سرفروش مجاہدوں کو تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔

جس قوم کی ماؤں میں اس قدر جذبۂ ایثار اور فرزندوں میں ایسی اطاعت و فرمانبرداری موجود ہو وہ قوم کبھی ذلیل نہیں ہوتی۔ وہ قوم دنیا میں عزت و سربلندی کی زندگی گزارتی ہے۔ اور دیگر اقوام ان کے اس حق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

آج بھی مسلمان مائیں اگر "ٹیڈی گرلز" بننے کی بجائے صراط مستقیم اختیار کرلیں اور اسی ایثار و قربانی اور پاکدامنی کا ثبوت دیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان دوبارہ اپنا کھویا ہوا عزت و وقار حاصل کرلیں

ماسٹر محمد امین بورسٹل جیل لاہور

ایک نیک خادمہ کی ایمانداری

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی ایک نیک خادمہ تھی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے " فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی "۔ یعنی میرے بندوں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ جناب شاہ صاحب نے یہ الفاظ سنے تو خدا تعالیٰ سے دعا مانگی۔ کہ اس مؤمنہ کو سنبھالا عطا فرما۔ مجیب الدعوات نے دعا قبول فرمائی۔ اور اس خادمہ کو تھوڑی دیر کے لئے ہوش آگیا۔

آپ نے خادمہ سے پوچھا کہ اے نیک بندی تیرا کون سا عمل خدا تعالیٰ کو پسند آیا جو اتنا بڑا رتبہ پایا ہے۔ خادمہ نے عرض کی کہ میرا ایک عمل خدا تعالیٰ کو بہت پسند آیا ہے اور اس کی وجہ سے مجھے جنت کا ٹکٹ ملا ہے وہ عمل یہ تھا کہ

ایک دن میں بازار میں گھی لینے گئی اور دکاندار کو برتن پکڑا دیا۔ برتن میں ایک روپیہ بھی تھا۔ دکاندار نے گھی برتن میں ڈال دیا اور روپیہ نہ دیکھا۔ میں گھی لے کر گھر واپس آگئی۔ مجھے کچھ خبر نہ تھی کہ دوکاندار نے روپیہ نہیں نکالا اور دکاندار نے بھی روپیہ اس خیال سے نہ مانگا کہ شاید ادھار لے جا رہی ہوں۔ اور سوچا کہ نیک گھرانے کی خادمہ ہے۔ روپیہ آجائیگا میں نے واپس آکر گھی ہانڈی میں ڈالا تو روپیہ نکل آیا میں نے سوچا کہ کون دیکھتا ہے اور کسی کو خبر ہے کیوں نہ روپیہ ہضم کر جاؤں۔ مگر میرے ضمیر نے ملامت کی خوف خدا سے ڈرگئی میں نے جا کر وہ روپیہ دکاندار کو ادا کر دیا۔ بس میرا یہی عمل خداوند تعالیٰ کو پسند آیا ہے۔ اور میری نجات کا باعث بنا ہے۔ بہنیں بھی نیکی کی کوشش جاری رکھنی چاہئے۔ پتہ نہیں خدا تعالیٰ کو کونسی ادا پسند آجائے۔ فرمایا

ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ

بقیہ اداریہ صت۳ سے آگے

ہے۔ لاؤس کا مسئلہ ہے کہ جس پر ایک طرف امن کا دیوتا روس قبضہ کرنا چاہتا ہے اور دوسری طرف امریکہ اپنا اثر و اقتدار قائم رکھنا ضروری خیال کرتا ہے۔ امریکہ اپنے حلیفوں کو امداد دینے اور بروقت میدان عمل میں آ جانے کے سلسلہ میں بدنام ہو چکا ہے۔ چین اور روس اپنے حلیف کے لئے قوت استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ اور امریکہ اس سلسلہ میں تقویٰ اور پرہیزگاری سے کام لیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب اشتراکی اژدہا کسی ملک پر اپنی گرفت مضبوط کر لیتا ہے تو امریکی پہلوان اس وقت انگڑائی لیتا ہے۔ یہی حال لاؤس کا ہوا۔ عرصہ دراز سے وہاں کمیونسٹوں کی جنگ اور پیش قدمی جاری ہے —— امریکہ سلامتی کونسل پر ایمان رکھے ہوئے قانونی کاروائیاں کرتا رہا اور کبھی اندر اندر کچھ مدد بھی بھیجتا رہا۔ مگر اب جبکہ کمیونسٹوں نے لاؤس پر قبضہ کی آخری بازی لگا دی ہے تو امریکہ کو بھی ہوش آیا ہے اور اس کا ساتواں بحری بیڑا لاؤس کی طرف روانہ ہو چکا ہے نیز سامانِ جنگ اور ہوائی جہاز بھی جا رہے ہیں۔ روس اور امریکہ دونوں ایک دوسرے کو مداخلت کی صورت میں جنگ کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

یہی صورتِ حال مغربی نیوگنی کی ہے انڈونیشیا ایک بڑا اسلامی ملک ہے۔ جو عرصۂ دراز کے بعد ہالینڈ کی گرفت سے آزاد ہوا ہے اور تقریباً آٹھ کروڑ اس کی آبادی ہے۔ مگر سامراجی طاقتوں نے اپنی مخصوص مصلحتوں کے تحت مغربی نیوگنی کو انڈونیشیا سے کاٹ کر ہالینڈ کے تحت رکھا ہے۔ انڈونیشیا کا دعویٰ ہے۔ کہ مغربی نیوگنی انڈونیشیا کا جزو ہے اور اسے ہم اپنے ساتھ ملا کر دم لیں گے ڈچ قوم (ہالینڈ) کی کیا طاقت تھی کہ وہ مقابلہ کی جرأت کرتی۔ مگر امریکی گروپ اس کی پیٹھ ٹھونک رہا ہے اور اس کے مقابلہ میں روس انڈونیشیا کو ہر طرح کی مدد دینے کے وعدے کر رہا ہے۔

اب حالات نے نازک صورت اختیار کر لی ہے۔ انڈونیشیا کی فوجیں مغربی نیوگنی میں اتر چکی ہیں۔ ہالینڈ کا بحری بیڑہ اور ہوائی جہاز بمباری کر رہے ہیں۔ امریکہ ہالینڈ کی امداد کے لئے آ گے آ رہا ہے۔ روس نے اعلان کیا ہے کہ اگر امریکہ نے دخل دیا تو ہم جنگ کریں گے۔ اب جنگ ناگزیر ہو گئی ہے۔ یا تو لاؤس پر کمیونسٹوں کا اور مغربی نیوگنی پر انڈونیشیا کا قبضہ تسلیم کرنا ہوگا یا عالمگیر جنگ کا یہ آتش فشاں پہاڑ پھٹ کر رہے گا۔

اس سلسلہ میں یہ افواہ بھی گرم ہے کہ امریکہ سینٹو ممالک سے جو جنوب مشرقی ایشیا کے دفاعی معاہدہ میں شریک ہیں یہ اپیل کر رہا ہے کہ وہ فوجی امداد کریں۔ انڈونیشیا کے مقابلہ میں پاکستان تو کسی طرح جنگ میں شریک ہو ہی نہیں سکتا۔ دیکھئے ٹرکی وغیرہ کیا رویّہ اختیار کرتے ہیں۔ بہرحال اس وقت دنیا مہیب جنگ کے خطرہ سے دوچار ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلم ممالک کو اس آتشیں طوفان سے محفوظ رکھے اور آپس میں متحد رہنے کی توفیق دے۔ آمین۔

بقیہ مجلس ذکر صت۶ سے آگے

کوئی عمل نہیں کہ شہید اپنی سب سے عزیز تر متاع جان بھی جان آفریں کے سپرد کر دیتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اگر وہ بھی اخلاص سے خالی ہو۔ اور ریا سے پاک نہ ہو تو اسے بھی دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا اور اس کی کوئی شنوائی اللہ کی بارگاہ میں نہ ہوگی یہی سلوک ان علماء اور اغنیاء سے کیا جائے گا جو اخلاص اور حسن نیّت کی دولت سے تہی دامن ہوں گے ——

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام اعمال میں حسن نیّت اور اخلاص سے بہرہ وَر کرے کہ ان پر ہی تمام اعمال کا دار و مدار ہے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

خلیفۂ ثالث

امام مظلوم سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

امام مظلوم رضؓ نے ۸۲ سال چند ماہ کی عمر میں ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو جمعہ کے دن پچھلے پہر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے مدینۃ النبی میں جام شہادت نوش فرمایا تھا اس اعتبار سے ماہِ رواں آپ کی شہادت کا مہینہ ہے۔

چنانچہ اس شمارہ میں ہم آپ کے ارشادات طیبات جو علم و عرفان اور حکمت و معرفت کے اتھاہ سمندر سے نکلے ہوئے تابدار اور آبدار موتی ہیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

- اللہ کے ساتھ تجارت کرو تو بہت نفع ہوگا۔
- دنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ اور آخرت کی فکر سے نور پیدا ہوتا ہے۔
- سب سے زیادہ محرومی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے مگر وہ سفر آخرت کی تیاری نہ کرے۔
- دنیا جس کے لئے قیدخانہ ہو قبر اس کے لئے راحت کدہ ہوگی۔
- اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو کبھی قرآن شریف کی تلاوت یا سماعت سے سیری نہ ہو۔
- جب لوگوں کو اچھا کام کرتے ہوئے دیکھو تو ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ اور بُرے کام میں شرکت نہ کرو۔

(ماخوذ از سیرت عثمان رضؓ مصنفہ سید نورالحسن شاہ بخاری)

راولپنڈی میں
تبلیغی اجتماع

یکم-۲-۳ جون بروز جمعہ ہفتہ اتوار جامع مسجد محلہ ورکشاپی میں ایک عظیم الشان تبلیغی اجتماع ہو رہا ہے جس میں

حضرت مولانا غلام غوث ممبر صوبائی اسمبلی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق دارالسلام حقانیہ۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری۔ حضرت مولانا السید حافظ عطاء المنعم بن امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین خلیفہ حضرت مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ —— حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب۔ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب حتمی شرکت فرما رہے ہیں۔

عوام سے درخواست ہے کہ اس خالص دینی اور مذہبی اجتماع میں شرکت فرما کر اپنی ایمانی حلاوت کو تازہ اور قلوب کو منوّر کریں۔

محمد رمضان علوی ناظم اجتماع۔ راولپنڈی

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) عَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِمَالٍ اَوْ بِشَيْءٍ فَقَسَمَهٗ فَاَعْطٰی رِجَالًا وَّ تَرَكَ رِجَالًا فَبَلَغَهٗ اَنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَهُمْ عَتَبُوْا فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اَثْنٰی عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ اُعْطِي الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِيْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الَّذِيْ اُعْطِيْ وَلٰكِنْ اُعْطِيْ اَقْوَامًا لِمَا اَرٰی فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنٰی وَالْخَيْرِ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَوَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ (رواہ البخاری)

عمر بن تغلب سے روایت ہے [..]ہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (کہیں سے) کچھ مال آیا آپ نے [..] تقسیم کرنا شروع کر دیا بہت سے [..] اور بہت سے لوگوں [..] پر آپ کو یہ اطلاع [..]پ نے کچھ نہ دیا تھا [..]اگوار گزری ہے [..]نا کے بعد [..]شک میں [..] اور کسی [..] ہے کہ جس کو دیتا نہیں وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو دیتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بعض لوگوں کو صرف اس لئے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں مال کے لئے بے چینی اور اضطراب کا احساس کرتا ہوں اور بعض کو اس بے نیازی اور نور ایمانی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈال دی ہے خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دیتا ہوں ان میں سے ایک شخص عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلمہ کے مقابلہ میں مجھے یہ تمنا نہیں کہ میرے پاس بہت سے سرخ اونٹ ہوتے۔

(۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اِنَّ قُرَيْشًا حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَّمُصِيْبَةٍ وَاِنِّيْ اَرَدْتُّ اَنْ اُجِيْزَهُمْ وَاَتَاَلَّفَهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی بُيُوْتِكُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَ الْاَنْصَارِ (رواہ البخاری)

انسؓ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا قریش ابھی تازہ تازہ مسلمان ہوئے ہیں اور فقر و فاقہ کی مصیبتیں جھیل چکے ہیں میں ان کی کچھ امداد کرنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ان کی دلجوئی کروں اور ان کو اسلام کے ساتھ ذرا مانوس کروں۔ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ اور لوگ تو اپنے گھروں کو دنیا کا مال لے جائیں اور تم خدا کے رسول کو لے جاؤ۔ انصار بولے بیشک ہم اس پر راضی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر لوگ ایک راستہ پر جائیں اور انصار دوسرے راستہ پر۔ تو میں اسی راستہ کو اختیار کروں گا۔ جس پر انصار جائیں گے (بخاری)

حاشیہ[۲] صحیح بخاری میں موجود ہے۔ کہ انصار کو آپ کا مہاجرین قریش کو مال دینا ناگوار نہ تھا بلکہ درا صل اس تقسیم نے ان میں جذبات رقابت ابھار دیئے تھے۔ اور انہیں کچھ یہ وہم گزرنے لگا تھا کہ آپ کی شفقت و محبت کا پلہ بھی شاید کچھ ان کی جانب ہی جھک گیا ہے اسی لئے جب ان کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ اگرچہ آپ کی داد و دہش کا ہاتھ قریش کی طرف جھک رہا ہے مگر آپ کے جذبات محبت درحقیقت ان ہی کی طرف مائل ہیں تو انہیں سرخ اونٹ جو عرب کا محبوب ترین مال تھا۔ آپ کے اس ایک فقرہ کے بالمقابل ہیچ نظر آنے لگے۔

(۳) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰذٰی مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط۔ رمز السیوطی لحسنه وفی موسی ابن خلف البصری العمی ضعف بعضهم ووثقه بعضهم

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کسی مسلمان کو ستائے اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو ستانے کا ارادہ کیا

(طبرانی)

خدام الدین - لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر
عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۳۲۱ موخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۵۶

ایجنٹ حضرات کی فوری توجّہ کے لئے

ایجنٹ حضرات پر بخوبی واضح ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہفتہ وار خدام الدین محض قال اللہ وقال الرسول کی آواز عام کرنے کی غرض سے شائع کرانا شروع کیا تھا کوئی تجارتی غرض یا دنیوی طمع اس سے مقصود نہ تھا۔
حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کی پوری رعایت رکھی تھی کہ خواص وعوام یکساں طور پر اس سے استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ اس کی قیمت چار آنے تجویز فرمائی تھی۔ بحمد اللہ حضرت اقدس رح کے خلوص نیّت اور جذبۂ الٰہیت کے باعث اس وقت پرچہ کی اشاعت پندرہ ہزار سے زائد ہے جو دونوں ملکوں پاکستان اور بھارت میں کسی بھی ہفت روزہ سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ کتاب وسنّت کے خلاف اشتہار شائع کرنا ہماری پالیسی کے خلاف ہے۔ صرف پرچہ کی فروخت سے کتابت، طباعت، سٹاف کی تنخواہ وغیرہ کا انتظام بمشکل ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل سب کے لئے سامان عبرت ہونا چاہیے کہ آخری دم تک اپنے پرچہ کی رقم چار آنے بھی اپنی گرہ سے ادا کرتے رہے۔
صد افسوس ہے کہ بعض ایجنٹ حضرات اس مثال کے ہوتے ہوئے بھی غفلت کوشی سے کام لے رہے ہیں۔ ان کا یہ طرزِ عمل ہمارے لئے کئی مصیبتوں کا پیش خیمہ ہے اور پرچہ انتہائی مشکلات سے دوچار ہے۔
اگر ان کے اس مجرمانہ تغافل کے باعث پرچہ کو نقصان پہنچا تو وہ عند اللہ بھی جوابدہ ہونگے کہ انہوں نے دین کے کام میں روڑا اٹکایا اور تادیبی کاروائی سے بھی ادارہ کسی صورت میں گریز نہیں کرے گا۔ اس طرح وہ خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہوں گے۔

آخری نوٹس چنانچہ کئی مرتبہ توجہ دلانے کے باوجود ہم ایک بار ۱۰ رجون تک آپکے بلوں کی ادائیگی کا مزید انتظار کرینگے اس کے بعد پرچوں کی ترسیل بند کرنے کے علاوہ عدالتی چارہ جوئی کی جائے گی۔ اور ہم ایسا کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور ادارہ کو پریشانیوں سے نجات دلائیں۔

(مینجر)

مسلمان قوم کو غیرت، حمیّت اور اسلام کی دعوت

خطباتِ جمعہ

از حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جمعہ کے دن جو خطبہ حضرت شیخ التفسیر رح ارشاد فرمایا کرتے تھے وہ پہلے "خدام الدین" میں چھپتے رہتے تھے۔ اب ان کو کتابی شکل دے کر علیحدہ شائع کر دیا گیا ہے۔ اس وقت تک خطبات کی آٹھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ سوائے درجہ سوم کے ہر ایک کی قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے ہے تاجران کے لئے خاص رعایت۔ محصولڈاک ایک روپیہ پچاس پیسے بذمہ خریدار۔

شجرہ خاندان عالیہ قادریہ راشدیہ اور ترکیب ذکر جہر

سہ رنگا • آرٹ پیپر
قیمت ۲۵ پیسے ــــ ڈاک خرچ ۱۳ پیسے

قرآن مجید (سندھی ترجمہ)

شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیٰ حضرت مولانا وسیدنا تاج محمود امروٹی نور اللہ مرقدہٗ

شائع ہو گیا ہے

ہدیہ فی جلد سات روپے ڈاک خرچ دو روپے کُل نو روپے۔ پیشگی بھیج کر طلب کریں۔

کتاب وسنّت کی روشنی میں روحانی بیماریوں کا مکمل علاج

مجلسِ ذکر کے مضامین کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔ آپ ان مضامین کے عنوانات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مذکورہ کتاب میں کیا ... شیخ التفسیر رح مجلس ذکر کے بعد جو ارشادات فرماتے رہتے تھے وہ خدام الدین میں چھپتے رہتے تھے اب ان کو کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ ... ہیں ہر ایک حصّہ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ مکمل سیٹ کی قیمت پانچ روپے محصولڈاک بذمہ خریدار۔ مبلغ ایک روپیہ (چھٹا حصّہ زیر طبع ہے)

خاص خاص مضامین کی فہرست

حصّہ اوّل	حصّہ دوم	حصّہ سوم	حصّہ چہارم	حصّہ ...
• ذکر الٰہی کی خاصیتیں • ذکر الٰہی کی تاثیر • موتِ محمود	• تقویٰ اور زہد میں فرق • عالم وحدت اور عالم کثرت • انسان کی روحانی تربیت	• آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔	• فیض کیا چیز ہے • کامل کی صحبت • تزکیہ کی برکات	

ملنے کا پتہ:- شعبہ تالیف واشاعت انجمن خدام الدین، اندرون ش...